تذکرہ و تبصرہ

حالاتِ حاضرہ پر ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک اہم تقریر ص ۲۱

وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مؤمنین

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

۳۶-کے ماڈل ٹاؤن — لاہور

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۳۹۳۱ / اسن۴۹

ماہنامہ لاہور

میثاق

جلد ۳۳ | شمارہ ۱۰ | محرم الحرام ۱۴۰۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۴ء

مشمولات

❖ عرضِ احوال — جمیل الرحمٰن — ۳

❖ رفقائے تنظیم کے نام امیر تنظیم اسلامی کا خط ۷

❖ الہدیٰ — (۱۹ویں نشست) — ۹
(سورہ نور کے پانچویں رکوع کا درس)
— ڈاکٹر اسرار احمد

❖ تذکرہ و تبصرہ — ڈاکٹر اسرار احمد — ۲۱

اسلام میں عائلی زندگی (آخری قسط) ۵۹
— ملک محمد اقبال واحد

❖ امیر تنظیم اسلامی کا حالیہ دورہ شمالی امریکہ — ڈاکٹر ابصار احمد ۶۷

❖ افکار و آراء — ۷۳

❖ رفتارِ کار — ادارہ ۸۳

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون
۳۰ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی
فون: ۸۵۲۶۱۱

سب آفس: ۱۱ داؤد منزل
نزد آرام باغ، شاہراہ لیاقت کراچی

کراچی فون برائے رابطہ
۲۱۴۷۰۹

ہر ہجری سالِ نو کے موقع پر

سانحۂ کربلا

تقاریر، خطابات، مضامین اور مقالات کا موضوع بنتا ہے

اور اس کے ضمن میں عموماً افراط و تفریط کا مظاہرہ ہوتا ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

کا کتابچہ

ہجری سالِ نو اور

سانحۂ کربلا

مع کربلا کی کہانی حضرت ابو جعفر محمد باقرؒ کی زبانی

اس موضوع پر حقیقت بینی اور اعتدال پسندی کے اعتبار سے ایسا شاہکار ہے جس نے

عوام و خواص سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے

خود پڑھیئے اور دوسروں تک پہنچایئے

۴۸ صفحات — اعلیٰ آفسٹ پیپر — قیمت تین روپے

ناشر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن — لاہور نمبر ۱۴

شیخ جمیل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بحمداللہ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۴ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔ اسلامی تقویم کے لحاظ سے اس ماہ مبارک سے پندرھویں صدی کے پانچویں سال کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس نئے سال کی آمد پر قارئین کرام اور جملہ مسلمانانِ عالم کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس سال کو عالمِ اسلام اور ارضِ پاکستان کے لئے بالخصوص اور پوری دنیا کے لئے بالعموم امن و سلامتی کا سال بنائے: ھِلَالُ رُشْدٍ وَّخَیْرٍ ۔ مزید برآں اس کے دوران اللہ تعالیٰ کے علم کامل کے مطابق جن مسلمانوں کی مہلتِ عمر تمام ہونے والی ہو ان کا خاتمہ ایمان پر ہو اور جن مسلمانوں کے لئے اس عزّوجل کے علم کامل و ازلی کی رو سے مزید مہلتِ عمر باقی ہو ان کی زندگی اسلام کے رنگ میں رنگ جائے: اَللّٰھُمَّ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ ۔

اس شمارے میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد دامت برکاتہم کا وہ مکمل خطاب "تذکرہ و تبصرہ" کے عنوان سے شامل ہے جو موصوف نے شمالی امریکہ اور انگلستان کے دعوتی دورے (از ۶ جولائی تا ۱۳ اگست ۸۴) سے مراجعت کے بعد ۱۷ اگست ۸۴ء کے جمعہ کو مسجد دارالسلام لاہور میں ارشاد فرمایا تھا۔ اس خطاب میں سلطنتِ خداداد پاکستان کے موجودہ حالات پر اور بعض دینی امور پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ خاص طور پر ان منکرات و بدعات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو جشنِ آزادی کے موقع پر اور مختلف انداز سے ہمارے معاشرے میں تیزی سے فروغ پا رہی ہیں۔ ایک طرف اربابِ اقتدار کی طرف سے یہ نویدِ جانفزا سات سال سے سنائی جا رہی ہے کہ اس ملک میں اسلام آ رہا ہے دوسری جانب اس کی طرف سے منکرات و بدعات کی سرپرستی ہو رہی ہے۔ یہ تضادِ قول و عمل اللہ تعالیٰ کی سخت بیزاری کا باعث ہوتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ قارئین جب اس خطاب کا مطالعہ کریں گے تو انہیں محسوس ہو گا کہ اس کا اسلوب و انداز ناقدانہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ملک اس وقت جن خارجی اور داخلی

خطرات میں گھرا ہوا ہے، وہ کسی بھی بالغ نظر شخص سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان سنگین اور تشویش ناک صورتِ حال میں ہمارا قومی سطح پر راہرو پشت المنزل رہنا اور قول و عمل کے تضاد میں مبتلا نظر آنا یقیناً ایک دلِ حساس میں تلخ نوائی پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ وقت کا تقاضا ہے کہ بات دلیل کے ساتھ ساتھ تنقید کے انداز سے کہی جائے۔ قرآن مجید میں بھی جو ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے یہ اسلوب موجود ہے۔ وہ جہاں ترغیب و تشویق دلاتا ہے، دل گداز موعظت و نصیحت کا انداز اختیار کرتا ہے۔ وہاں وہ زجر و توبیخ، تنقید اور جھنجوڑنے کا اسلوب بھی اختیار کرتا ہے۔ اس کی ایک مثال سورہ صف کی دو آیات سے پیش کی جا چکی ہے۔ مزید برآں سورہ حدید میں جو خطاب بہ اُمتِ مسلمہ کے ضمن میں بڑی جامع سورت ہے۔ یہ انداز بہت نمایاں ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں "وَمَا لَكُمْ" اور کئی مقامات پر "اعلموا" فرما کر اُمت کو جھنجوڑا گیا ہے اور ایک آیت کا حصہ تو لرزا دینے والا ہے: اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ یہی بات محترم ڈاکٹر صاحب موصوف نے اربابِ اقتدار اور پاکستان کے مسلمانوں سے کہی ہے کہ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اپنی کوتاہی کا اعتراف اور توبہ کریں۔ انابت الی اللہ اختیار کریں اور اخلاص کے ساتھ اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قوموں اور ملکوں کی قسمت کے فیصلے کے لئے اللہ کے علمِ ازلی میں جو مہلت مقرر ہے وہ ختم ہو جائے اور پھر خسران الدنیا والآخرہ کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے اور ہم کفِ افسوس ملتے ہی رہ جائیں۔ ہمیں ڈرنا چاہیئے کہ ہمارے ساتھ یہ معاملہ نہ ہو جائے ـــــ
سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝
اَللّٰهُمَّ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ ۔

راقم کے اندازے کے مطابق جولائی ۸۳ء سے وسطِ ستمبر ۸۴ء تک ڈاکٹر صاحب موصوف کی دعوتی سرگرمیاں اس عروج پر رہی ہیں کہ پچھلے تمام ریکارڈ مات ہو گئے ہیں۔ ۱۳ اگست ۸۴ء کو شمالی امریکہ اور انگلستان کے پُرمشقت دورے سے واپسی ہوئی اور ۱۴ اگست سے بھرپور تنظیمی اور دعوتی سرگرمیاں جاری ہو گئیں جن کا کچھ اندازہ "رفتارِ کار" کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ اس طویل سفر سے واپسی پر موصوف پر تکان اور اضمحلال طاری تھا۔ اور طبیعت مائل بہ علالت بھی نظر آتی تھی لیکن دعوت الی اللہ کی جو دھن ان پر مسلط ہے اس نے انہیں مصروف

رکھا اور وہ اسی جوش و جذبے کے ساتھ لگے رہے ۔ ان دنوں میں اکثر اوقات تو موصوف نے دو دو بلکہ تین تین تقاریر کی ہیں ۔ ساتھ ہی مسلسل سفر کی مشقت مستزاد ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عالم اسباب و علل کے اصول پر تخلیق فرمایا ہے اور اسی عزّ و علاکے اذن سے طبعی نوامیس کے اثرات ظہور پذیر ہوتے ہیں ۔ بلا تشبیہ عرض ، ہے کہ فخرِ دو عالم ، سید وُلدِ آدم ، محسنِ انسانیت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اذنِ الٰہی سے ان طبعی قوانین کا ظہور ہوا ۔ طائف کی گلیوں میں پتھروں کی بوچھاڑ سے جسم اطہر لہو لہان ہوا ۔ پائے مبارک اس پاک خون کے باعث نعلین شریف میں جم گئے ، ضعف کے سبب سے غشی کی کیفیت بھی طاری ہوئی ۔ غزوہ اُحد میں دندان مبارک شہید ہوئے ۔ چہرۂ مبارک خونِ اقدس سے رنگین ہوا ۔ خود کی کڑیاں رُخِ انور میں پیوست ہوئیں ۔ جب حضور پر ان قوانینِ طبعیہ کا اطلاق ہوا تو ڈاکٹر صاحب کی بساط کیا ؟ ان پر بھی قوانینِ طبعی کا اطلاق ہوا ۔ اس مسلسل مشقت کے نتیجے میں ۱۵ ستمبر کی شب کو جبکہ تنظیم اہلِ سنّت والجماعت کے اجلاس میں ، جس میں ملک کے مشہور و معروف داعی توحید جناب مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری ، اس تنظیم کے امیر بھی شریک تھے ، توحید کے موضوع پر قریباً پونے دو گھنٹے کی تقریر کرکے اور اتنا ہی وقت حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کے گرانقدر ارشادات کی سماعت کے بعد قریباً رات کو ڈیڑھ بجے تک قرآن اکیڈمی واپسی ہوئی تو کمر کے درد کا جو امریکہ سے واپسی کے بعد ہی سے محسوس ہو رہا تھا ۔ اس کا شدید حملہ ہوا ۔ ساتھ ہی تیز بخار بھی ہو گیا ۔ کمر کے درد کی شدّت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا بھی دشوار ہو گیا ۔ اب تادمِ تحریر ۲۲ ستمبر بحمداللہ اتنا افاقہ ہوا ہے کہ بخار اتر گیا ہے اور فرض باجماعت تو کھڑے ہو کر ادا ہو رہے ہیں ۔ لیکن سنن و نوافل کی بیٹھ کر ادائیگی ہو رہی ہے ۔ موصوف لاہور کے معروف فزیشن جناب ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب قاضی کے زیر علاج ہیں ۔ دوسرے مشہور فزیشن جناب ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب بھی علاج میں شریکِ مشورہ ہیں ۔ ان دونوں حضرات کا مشورہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کم از کم دو ماہ تک مکمل آرام کریں اور ہر نوع کی جسمانی و ذہنی مشقت کے کاموں سے پرہیز کریں ۔ خاص طور پر سفر سے اجتناب کریں ۔ اسی کے پیش نظر وہ تمام پروگرام فی الوقت ملتوی کر دیئے گئے ہیں جو لاہور اور باہر سوات کے مختلف شہروں نیز پشاور کے لئے ستمبر کے اواخر تک انجام دینے تھے ۔ راقم کو ڈاکٹر صاحب کی سیماب وش طبیعت ، اور دعوت کے کام سے ان کے والہانہ لگاؤ کا

بخوبی اندازہ ہے۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ جوں ہی ان کی طبیعت ذرا اور سنبھلے گی تو دعوتی سرگرمیاں اور اسفار کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ بہرحال وہی ہوتا ہے اور وہی ہوگا جو مشیتِ الٰہی میں طے ہے: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ انسان کی چاہت اور اس کا ارادہ بھی مشیتِ الٰہی کے تابع ہوتا ہے ــــ قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس خادم دین اور خادم قرآن کو صحت و تندرستی کے ساتھ تادیر سلامت رکھے اور انہیں اس خدمت کی مزید توفیق عنایت فرمائے۔

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ
لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَآءُكَ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ــــــــ

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد
وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رفقائے تنظیم کے نام امیر تنظیم اسلامی کا ایک خط

محترم رفقاءِ تنظیم اسلامی، وَفَّقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! ـــــ امید ہے کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ مع جمیع متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔

آپ میں سے بہت سے حضرات کے علم میں میری حالیہ علالت آچکی ہوگی۔ اب سے دو سال قبل بھی میری کمر میں شدید تکلیف ہوئی تھی، اس بار پھر اس کا اعادہ ہوا۔ سبب ریڑھ کی ہڈی کی کوئی خرابی ہے جس کی حتمی تشخیص فی الحال نہیں ہو پارہی۔ اس کے اسباب میں سے ایک تو وہی بات ہے جو متعدد مواقع پر بہت سے بزرگوں اور احباب کی جانب سے انگریزی محاورے "موم بتی کو دونوں طرف سے جلانے" کے حوالے سے تنبیہاً کہی جاتی رہی اور دوسرا سبب پے بہ پے تقاریر کے لئے اپنے گلے اور اس کی آواز کو درست رکھنے کے لئے ایک فوری طور پر سریع الاثر لیکن دیرپا اثرات کے اعتبار سے نہایت مضرِ صحت دوا (BETNE LAN) کا استعمال ہے ـــــ بہرحال مجھے آئندہ کے لئے کچھ فیصلے کرلینے پڑے ہیں جن پر میں انشاء اللہ العزیز کاربند رہنے کی پوری کوشش کروں گا۔ وہ یہ ہیں :-

(۱) ان شاء اللہ اس مضرِ صحت دوا کا استعمال آئندہ بالکل نہیں کروں گا جس کے لئے لازم ہے کہ پے بہ پے تقاریر کے پروگرام اب ہرگز نہ رکھے جائیں اور تقریر دل کا معاملہ اب فی الجملہ بہت کم کردیا جائے ـ اور

(۲) بیرونِ ملک اور اندرونِ ملک دورے بھی اب کم کروں گا۔ بیرونِ ملک سفر بالعموم دو ہفتے اور زیادہ سے زیادہ تین ہفتے سے طویل تر کوئی نہ ہوگا۔ اور اندرونِ ملک سڑکوں کے ذریعے طویل سفر سے بھی حتی الامکان اجتناب کرنا ہوگا۔

اس سلسلے میں اس وقت جو بات آپ حضرات سے عرض کرنے کی ہے وہ یہ کہ آئندہ تنظیم اسلامی کی توسیعِ دعوت کے ضمن میں میرا ذاتی حصہ بہت کم ہوجائے گا۔ اور اس کے ضمن میں سارا بوجھ اب آپ حضرات کو اٹھانا ہے۔ میں مطمئن ہوں کہ میں نے گذشتہ بیس سالوں

کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس تعؐ کی توفیق وتیسیر سے دین کے جامع اور ہمہ گیر تصوّر اور بالخصوص اس کے مطالبات ومقتضیات کا صحیح اور مکمّل تصوّر قرآن حکیم اور سنّت وسیرتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اساس پر تفصیلاً مبرھن اور واضح کردیا ہے ـــــ جو زیادہ تر تو لاتعداد کیسٹوں میں محفوظ ہے اور اب بحمداللہ اس کا ایک بڑا اور بہت حد تک کافی حصّہ تحریری شکل میں بھی موجود ہے، لہٰذا آپ کے پاس اس فکر اور دعوت کی اشاعت کے ضمن میں کافی ذرائع موجود ہیں۔ اور ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ آپ میں سے ہر شخص اب اس دعوت کی اشاعت کو اپنا ذاتی فرض سمجھے ـــــ اور توسیعِ دعوت کے ضمن میں میرے دوروں اور تقریروں پر بالکل انحصار نہ رکھے۔ جس کا میں " لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا " کی رو سے اب مکلّف بھی نہیں رہا ہوں ـــــ ـــــ اللہ کے ہر کام میں خیر مضمر ہوتا ہے، امّید ہے کہ اس ظاہری شر سے بھی ان شاءاللہ یہ خیر برآمد ہوگا کہ میں ایک تو کچھ تحریر کی جانب متوجّہ ہو سکوں گا اور دوسرے، 'قرآن اکیڈمی' کے تعلیمی اور تربیتی منصوبوں کی نگرانی کے لئے زیادہ وقت نکال سکوں گا ـــ بیدہ التوفیق وعلیہ التکلان !! ـــــ بہرصورت، دعوت کی توسیع و اشاعت کا سارا بوجھ اب آپ حضرات کو اٹھانا ہے، ہم میں سے ہر شخص کو اللہ کے حضور اپنا حساب پیش کرنا ہے۔ اور جسے جتنی بات زیادہ سمجھ میں آگئی ہو اتنی ہی اس کی ذمّہ داری زیادہ ہوجاتی ہے۔ آپ نے اگر دین کے تقاضوں کو سمجھ لیا ہے تو اب ان کی ادائیگی آپ کی ذمّہ داری ہے اور جب تک ہم میں سے ہر شخص اسے اپنی ذمّہ داری اور اپنا فرض اور اپنا کام سمجھ کر نہیں کرے گا تنظیم کا کام آگے نہیں بڑھ سکے گا۔

اللہ تعؐ ہمارا حامی وناصر ہو اور ہمیں اپنی کتابِ عزیز اور دینِ حق کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے! فقط والسلام عَلَی الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہ "

اسرار احمد عفی عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

الہُدیٰ

(انیسویں نشست)

(مباحثِ ایمان۔ درسِ ثالث)

نورِ ایمانی کے اجزائے ترکیبی

نورِ فطرت اور نورِ وحی

سورۂ نور کے پانچویں رکوع کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کے ٹیلیویژن کے دروس کا سلسلہ

(۳)

السّلام علیکم۔ نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ امابعد
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ کَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ
یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا وَّ
وَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ
اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ
اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ
اللّٰہُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۔ صدق اللّٰہ العظیم

"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے سراب یعنی دھوپ میں چمکتا ہوا ریت جسے دور سے دیکھ کر ایک پیاسا پانی سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچتا ہے تو نہیں پاتا وہ کچھ بھی۔ البتہ اللہ کو موجود پاتا ہے جو اس کا حساب چکا دیتا ہے اور اللہ کو حساب چکاتے دیر نہیں لگتی۔ یا اُن کی مثال ان اندھیروں کی ہے جو کسی گہرے سمندر میں ہوں۔ جنہیں ڈھانپے ہوئے ہو موج اور اس کے اوپر ایک اور موج۔ اور اس پر سایہ کئے ہوئے ہوں بادل۔ تاریکیاں ہیں تاریکیوں پر۔ اگر وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اُسے بھی نہیں دیکھ پاتا۔ اور جسے اللہ ہی روشنی عطا نہیں فرماتے پھر اس کے لئے کہیں سے بھی کوئی روشنی نہیں ہے۔"

معزز حاضرین و محترم ناظرین!

یہ سورہ نور کے پانچویں رکوع کی آخری دو آیات ہیں جن کی تلاوت اور جن کا رواں ترجمہ آپ نے سماعت فرمایا ہے۔ ان آیات میں کفر کی حقیقت کو بیان کرنے کے لئے دو تمثیلیں بیان ہوئی ہیں۔ یہ بالکل وہی اصول ہے جو عربی کی ایک مقولے میں سامنے آتا ہے کہ : تعرف الاشیاء باضدادھا۔ کسی شے کی حقیقت ایک تو آپ خود اس شے پر غور و فکر کر کے سمجھتے ہیں دوسرے یہ کہ اس چیز کی جو ضد ہے اس پر اگر آپ غور کریں گے تو اس سے بھی اُس شے کی حقیقت پر روشنی پڑے گی اور وہ منقح و واضح ہو کر شعور و ادراک کی گرفت میں صحیح طور پر آجائے گی۔ جیسے دن کی اصل حقیقت رات کے پس منظر میں خوب نمایاں ہوتی ہے۔ روشنی کی اصل حقیقت تاریکی کے پس منظر میں زیادہ اجاگر ہوتی ہے۔ اسی طرح ایمان کی حقیقت کو سمجھانے کے لئے ایک طرف تو نہایت فصیح و بلیغ تمثیل سامنے آچکی۔ جس میں ایمان کو ایک نور سے تشبیہ دی گئی اور وہ نور مرکب ہے دو انوار سے۔ ایک نورِ فطرت ہے دوسرا نورِ وحی۔ ان دونوں کے امتزاج سے نورِ ایمان وجود میں آتا ہے۔

جس کا محل و مقام ہے قلب ۔ جیسے سورہ حجرات میں فرمایا : وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خطاب ہے : " اللہ تعالیٰ نے تمہارے نزدیک ایمان کو محبوب کر دیا ہے اور اُسے تمہارے دلوں میں کھپا دیا ہے ۔ تمہارے دلوں کو اس سے مزیّن و منوّر کر دیا ہے "۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا سابقہ دو اسباق میں کہ ایمان کے اس نورِ باطنی کا ظہور انسانی شخصیت میں کن کن اوصاف کی صورت میں ہوتا ہے ۔ اب اسی حقیقتِ ایمان کو سمجھانے کے لئے دو تمثیلیں بیان ہو رہی ہیں ۔ اس کی ضد کو بھی سمجھو ۔ ان تمثیلوں میں پہلی تمثیل میں کچھ بین بین کی سی کیفیت بیان ہوتی ہے لیکن دوسری تمثیل میں گویا تاریکی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی دکھائی گئی ہے ۔ ان دونوں تمثیلوں کے بارے میں ایک رائے تو یہ ہے کہ پہلی تمثیل میں اہل کفر کی جو سیّآت ہیں، ان کی جو بداعمالیاں اور بدکاریاں ہیں، ان کی شہوات اور ہوائے نفس کی پرستش کی جو کیفیت ہے اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے ۔ ایک دوسری رائے ہے جو بڑی وقیع ہے ۔ وہ یہ کہ پہلی تمثیل میں کفر کا جو انجام ہوگا اُس کو واضح کیا گیا ہے اور دوسری تمثیل میں اس دُنیا میں انسان جو کفر کے اندھیروں میں بھٹکتا ہے اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے ۔

بہرحال ان تمثیلوں پر غور کرنے سے قبل ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی ضروری ہے وہ یہ کہ یہاں کفر سے مراد قانونی کفر نہیں ہے ۔ مبادا ہم یہ گمان کریں کہ یہ تو صرف غیر مسلموں اور کھلے کافروں کے متعلق بات ہو رہی ہے اور ہم مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اگر یہ گمان اور مغالطہ لاحق ہو گیا تو ان آیاتِ مبارکہ میں قرآنِ حکیم کی جو ہدایت اور رہنمائی ہے اُس سے ہم محروم رہ جائیں گے ۔ جیسے ایمان کے دو درجے ہیں، ایک قانونی ایمان ہے اور ایک حقیقی ایمان ہے ۔ قانونی ایمان کا تعلق "قول" سے ہے، شہادت سے ہے ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ ۔ اور

حقیقی ایمان کا تعلق تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ سے ہے - اسی طرح سے کفر کی بھی دو قسمیں اور دو درجے ہیں - ایک کفر قانونی ہے، ظاہری ہے - ایک شخص کھلم کھلا اللہ کا، رسالت کا اور آخرت کا منکر ہے ایک کفر باطنی ہے یعنی ظاہر میں تو اقرار ہے لیکن بباطن ان سب کا انکار چھپا ہوا ہے - اور اس کے مطابق اس کا عمل نہیں ہے — جس کے بارے میں ہمارے اس دور کے ایک درویش کا ایک قول ہے جو وہ بڑے کیف کے عالم میں کہا کرتے تھے - غور سے سماعت فرمائیے - وہ کہا کرتے تھے: "جو دم غافل سو دم کافر" - انسان کا جو وقت بھی غفلت میں بیتتا ہے، وہ ایک نوع کے کفر میں گزرتا ہے - جیسے علامہ اقبال کا یہ شعر میں نے آپ کو پچھلی نشست میں سنایا تھا -

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

تو جب انسان گم شدگی کے عالم میں اللہ کو بھولے ہوئے ہے - وہ اللہ سے محجوب ہو گیا ہے، اوٹ میں آگیا ہے، پردے میں آگیا ہے - تو یہ گم شدگی کی کیفیت ہے اگرچہ ہم اس کو قانونی کفر نہیں کہیں گے - کفر کے ایک معنی ناشکرا پن بھی ہیں تو یہاں دراصل کفر کی جو مثلیں بیان ہو رہی ہیں، وہ کفرِ حقیقی اور کفرِ معنوی کی ہیں - کفرِ قانونی اور کفرِ فقہی کی نہیں ہیں - یہ وہ باطنی کیفیت ہے جس میں انسان کا قلب ایمان کے حقیقی نور اور حقیقی روشنی سے محروم ہوتا ہے -

اب اس کفرِ حقیقی و معنوی کی بھی دو کیفیات ہو سکتی ہیں - ایک تو یہ کہ ایسا شخص بھی کسی نہ کسی سبب اور جذبے سے کوئی نیکی، کوئی بھلائی، کوئی اور کسی نہ کسی رفاہ عام کا کام کر رہا ہے - اس نے کوئی یتیم خانہ بنوا دیا ہے - کوئی کنواں کھدوا دیا ہے - کوئی شفاخانہ اور ہسپتال بنوا دیا ہے - کوئی FOUNDATION قائم کر دی ہے - کوئی خیراتی ادارہ قائم کر دیا - کچھ اشخاص ایسے ہیں جو ان کاموں میں ممد و معاون ہیں - اگر یہ سارے کام اللہ کے

یقین، آخرت پر ایمان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بغیر ہیں تو ان اعمال کی حقیقت پہلی تمثیل میں آئی ہے: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط جیسے ایک لق و دق صحرا میں ایک چٹیل میدان میں دیکھنے والے کو دور سے پانی نظر آتا ہے - یہاں ظمآن کا لفظ 'فعلان' کے وزن پر آیا ہے - جیسے اسی وزن پر 'رحمان' آتا ہے - وہ ہستی جس کے اندر رحمت ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندر کی شان کے ساتھ ہو ظمآن کے معنی ہوں گے وہ شخص جو پیاس سے مرا جا رہا ہو - اُسے دُور سے پانی نظر آ رہا ہے اور وہ جس طرح بھی ہو گھسٹتا ہوا، سسکتا ہوا وہاں پہنچتا ہے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا - اس کی حسرت کا اندازہ کیجئے - جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو پانی اسے نہیں ملتا - ہاں موت کو منتظر پاتا ہے - اور موت کیا ہے؟ موت شاہدارہ ہے - جس سے گزرنے کے بعد اللہ سے ملاقات ہوتی ہے - لہٰذا فرمایا: وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ - "اور وہاں اللہ کو موجود پاتا ہے -" فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ط "وہ تم اس کا حساب چکا دیتا ہے" اس کا مطلب کیا ہے! یہ کہ ایسا شخص جب قیامت کے دن اللہ کے حضور میں پہنچے گا تو اسے گمان ہوگا کہ میں نے دنیا میں بڑے نیک کام کئے تھے - میں نے خیراتی ادارے قائم کئے تھے میں نے (FOUNDATION) بنائے تھے - میں نے یتیم خانہ قائم کیا تھا - میں نے ان اداروں کی بلا مزد خدمات انجام دی تھیں - لہٰذا اُسے ان اعمال پر کچھ تکیہ ہوگا، ان کا کچھ سہارا ہوگا - جیسے ریگستان میں دور سے چمکتا ہوا ریت پیاسے کو پانی نظر آ رہا ہوتا ہے - حالانکہ وہ سراب ہوتا ہے اسی طرح ایسا شخص جب عدالتِ الٰہی میں محاسبہ کے لئے کھڑا ہوگا تو اسے معلوم ہوگا کہ چونکہ ان اعمال کی بنیاد ایمان پر نہ تھی بلکہ نورِ ایمان کے بغیر کسی ریاکاری کے لئے شہرت طلبی کے لئے، ناموری کے لئے یا دنیوی کسی منفعت یا مصلحت کے لئے ٹیکس بچانے کے لئے سرکار دربار میں رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ تمام کام کئے گئے تھے تو ان کاموں کی آخرت میں کوئی حقیقت نہیں

ہو گی - یہ تمام اعمال وہاں سراب ثابت ہوں گے - جیسے سراب کا معاملہ ہوتا ہے کہ دور سے چمکتا ہوا ریت پانی نظر آتا ہے جبکہ حقیقت میں پانی کا وجود نہیں ہوتا - لہٰذا اللہ تعالیٰ حساب چکا دے گا یعنی یہ تمام اعمال بے نتیجہ رہیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے دیر نہیں لگتی اس کی شان تو یہ ہے کہ : اَللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ـــ

یہ مضمون ہمارے اس قرآنی منتخب نصاب کے درس نمبر دو میں بھی آچکا ہے - آیتِ البِر میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ حقیقی نیکی کیا ہے! وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ - کوئی عمل جس کی بنیاد میں ایمان نہیں ہے وہ نیکی نہیں ہے چاہے بظاہر وہ نیکی کا عمل نظر آتا ہو - بظاہر بھلائی ہے، نیکی ہے، خیر کے کام ہیں حتّٰی کہ نماز ہے، روزہ ہے، صدقہ ہے - نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ کام ریاکاری کے لئے، لوگوں پر اپنی دین داری کی دھونس جمانے کے کئے گئے ہیں تو یہ شرک ہے - من صلّٰی یرائی فقد اشرك ومن صام یرائی فقد اشرك ومن تصدق یرائی فقد اشرك - "جس نے نماز پڑھی دکھاوے کے لئے اس نے شرک کیا - جس نے روزہ رکھا دکھاوے کے لئے اس نے شرک کیا - جس نے صدقہ وخیرات دکھانے کے لئے کیا اس نے شرک کیا" اگر ان چیزوں کی بنیاد ہے ایمان حقیقی پر ـــ اللہ پر ایمان، آخرت کا یقین، فرشتوں، کتابوں اور انبیاء کی تصدیق اُن پر ایمان ـــ اللہ کی رضاجوئی، آخرت کی جزا طلبی اگر اعمال کے اصل محرکات یہ ہیں تب تو یہ سب نیکیاں ہیں ورنہ یہ سب سراب ہیں -

قرآن حکیم میں دو اور مقامات پر یہ تمثیل بڑے حسین پیرائے میں آئی ہے - سورۂ نور کے فوراً بعد سورۃ الفرقان ہے - اس میں ارشاد ہوتا ہے اور اس ارشاد میں عجیب کیفیت ہے - فرمایا : وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہ - "جنہیں یہ لوگ بڑے بڑے

عمل سمجھ رہے ہیں، جن پہ انہوں نے تکیہ کیا ہوا ہے - جن پر ان کو بھروسہ تھے - ہم قیامت کے دن ان اعمال کی طرف بڑھیں گے اور انہیں ہوا میں اڑا دیں گے، - بلاشبہہ نقشہ یہ ہو گا جیسے ٹھوکر مار کر کسی مشتِ غبار کو ہوا میں اُڑا دیا جاتا ہے — اس لئے کہ ان اعمال کی بنیاد ایمان پر نہ تھی اور وہ خالصتاً لِوَجْہِ اللہ نہیں کئے گئے تھے — سورۃ ابراہیم میں فرمایا: مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ٍۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ - "جن لوگوں کو اپنے رب پر ایمانِ حقیقی میسر نہیں ہے، انکی نیکیاں، ان کے اعمال اُس راکھ کے مانند ہیں کہ جب ان پہ ایک تیز جھکڑ چلے گا، شدید آندھی آئے گی تو راکھ منتشر ہو جائے گی - اس کی کوئی حقیقت نہیں ہو گی، آگے ارشاد فرمایا: لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ "وہ تو سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم نے آگے بڑے بڑے اعمال بھیج رکھے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ان کے ہاتھ نہ آسکے گا - اس طرح انسان کا بہت دور کا گمراہ ہو جانا اور محروم ہو جاتا ہے -" پس کفر کی ایک تمثیل تو یہ ہے کہ ملمع کی جھوٹی کچھ نیکی ہے - جو خلوص و اخلاص سے خالی اور ایمانِ حقیقی سے تہی دست ہے -

دوسری وہ انتہائی کیفیت ہے کہ یہ ملمع والی نیکی بھی نہیں ہے - خود غرضی ہے، اپنی ہی خواہشات، اپنی ہی شہوات، اپنی ہی اغراض کی پیروی ہے — انسان ان ہی کا بندۂ بے دام بن کر رہ گیا ہو - کوئی جھوٹ موٹ کی نیکی اور دکھاوے کا خیر بھی زندگی میں نہ ہو - کوئی بھلائی چاہے وہ ملمع کی بھلائی ہو اس کی بھی کوئی کرن اس کی سیرت و کردار میں نظر نہ آتی - یہ گویا ضلالت اور گراوٹ کی آخری انتہا ہے - اس کو یہاں تعبیر کیا: — ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ - "یہ تو تاریکیوں پہ تاریکیاں ہیں" - اس کے لئے یہاں جو تمثیل دی گئی ہے - اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک فرنچ ایڈمرل اس تمثیل کے مطالعہ سے ایمان لے آئے - انہوں نے تحقیق کی تو ان

کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں کبھی سمندری سفر نہیں کیا - یہاں جو تمثیل ہے اس کے بارے میں ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ تمثیل صرف وہ ہی شخص دے سکتا ہے جس کی بیشتر زندگی سمندر کے سفر میں گزری ہو اور اُسے گہرے سمندر میں اکثر طوفانوں سے سابقہ پیش آیا ہو۔ سمندر کی گہرائی میں اندھیرے کی کیا کیفیت ہوتی ہے - جبکہ موجوں پر موجیں چڑھی چلی آرہی ہوں اور اُوپر بھی بادل ہوں کہ ستاروں کی کوئی چمک بھی پانی پر منعکس نہ ہو رہی ہو - لہٰذا (ABSOLUTE DARKNESS) کا کوئی تخیل و تصور (CONCEPT) انسان کے لئے ممکن نہیں ہے - لیکن ان کے نزدیک سمندر کی تہہ کے اندر جو شدید ترین تاریکی ہوتی ہے، وہی انسان اُس کا تصور کر سکتا ہے، جسے عملاً کسی اندھیری رات میں جبکہ بادل بھی چھائے ہوئے ہوں سمندر میں کسی طوفان سے سابقہ پیش آیا ہو - لہٰذا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ قرآن کلام الٰہی ہے جو محمد پر نازل ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ ایمان لے آئے -

یہاں وہ تمثیل بیان کی گئی : أَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ - یا ان اندھیروں کے مانند جو بڑے گہرے سمندر کی تہہ میں ہوتے ہیں' - يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ - 'اس پر ایک موج اور پھر اس پر دوسری موج چڑھی چلی آرہی ہے' مِنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ - 'پھر مطلع بھی صاف نہیں ہے - ابر آلود ہے، بادل چھائے ہیں' ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ - 'تاریکیوں پر تاریکیاں ہیں' إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا - یہ تو ہماری زبان کا بھی محاورہ ہے - 'ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینا'، اس لئے کہ ایک انسان جب اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اُسے (SENSE OF DIRECTION) تو حاصل ہے - اُسے سمت کا احساس ہے کہ میرا ہاتھ کدھر ہے - لیکن اگر وہ اپنے ہاتھ کو بھی دیکھ نہیں پا رہا تو معلوم ہوا کہ انتہائی تاریکی ہے : إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا -

جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے۔ تو اس کو بھی نہیں دیکھ پاتا۔ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا۔ "اور جس کو اللہ ہی نے نور عطا نہ فرمایا ہو۔" فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ ہ "اس کو نور کہاں سے میسر آجائے گا!" — نور اصل میں تو نورِ ایمان ہے۔ اگر نورِ ایمان میسر نہیں تو پھر تو تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں

میں نے اس درس کے آغاز میں عرض کیا تھا کہ جیسے نورِ خارجی اشیاء کے ظہور کا ذریعہ بنتا ہے ویسے ایمان جو نورِ باطنی ہے وہ حقائق کے ظہور کا ذریعہ بنتا ہے۔ نورِ ایمان نہ ہو تو حقائق کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ اسی کو بصیرت یعنی باطن کا مشاہدہ کہا جاتا ہے۔ رہی ہماری ظاہری بصارت تو وہ تو حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

دم چیست! پیامے است شنیدی نہ شنیدی!
درخاکِ تو یک جلوۂ عام است نہ دیدی!
دیدن دگر آموز شنیدن دگر آموز

اُس دیدن دگر اور شنیدن دگر سے انسان محروم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری و مسلم میں بہ اسناد صحیح یہ دعاء منقول ہے جو حضورؐ خاص طور پر فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان پڑھا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّمِنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّتَحْتِیْ نُوْرًا وَّ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّلَحْمِیْ نُوْرًا وَدَمِیْ نُوْرًا وَّشَعْرِیْ نُوْرًا وَّبَشَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّعَظِّمْ لِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔

"اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما، میری بصارت میں نور عطا فرما میری سماعت میں نور عطا فرما - میری داہنی جانب سے نور دے اور میری بائیں جانب سے بھی نور عنایت کر- اور میرے اوپر سے نور دے اور میرے قدموں تلے سے نور دے - اور میرے آگے سے نور دے اور میری پشت کے پیچھے سے نور دے اور میرے لیے نور ہی نور کر دے اور میری زبان میں نور دے اور میری رگ وپے میں نور بھر دے اور میرے گوشت میں نور بھر دے اور میرے خون میں نور بھر دے اور میرے بالوں میں نور دے اور میری کھال میں نور دے میری جان کو نور سے لبریز کر دے اور میرے نور کو فراخ و وسیع فرما دے اور مجھے نور ہی نور عطا کر!"

ایک اور روایت کے آخر میں الفاظ آتے ہیں: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ لِنُوْرِكَ - "اے اللہ میری رہنمائی فرما اپنے نور کی طرف ۔"

اس سبق کی پہلی نشست میں ہم پڑھ چکے ہیں: یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط "اللہ رہنمائی فرماتا ہے اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی یہ اُمنگ، یہ ولولہ اور یہ آرزو پیدا فرما دے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کفر و شرک، الحاد و زندقہ، مادہ پرستی، ریاکاری اور منافقت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور اعمال صالحہ کی طرف پیش قدمی کی توفیق عطا فرمائے ــــ اب آج کے سبق کے ضمن میں کوئی سوال ہو تو میں حاضر ہوں ۔

سوال وجواب

سوال: ان آیات میں جس سراب کا ذکر آیا ہے، تو دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثر لوگ اسی سراب میں مبتلا ہیں اسکی کیا وجہ ہے ؟

جواب: اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ حقائق سے محجوب ہیں اور وہ اندھیرے

میں ہیں۔ ان کو اندھیرے اور تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لانا ان حضرات کی ذمہ داری ہے، جن کو اللہ تعالےٰ نے نورِ ایمان عطا کیا ہو۔ جیسے سورہ حدید میں فرمایا: هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ "وہی ہے اللہ جو اپنے بندے (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن حکیم کی روشن آیات نازل فرما رہا ہے تاکہ اے لوگوں تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔" اب جن کی بھی آنکھیں کھل گئی ہوں، جو جاگ گئے ہوں جن کو بھی نورِ ایمان کی کوئی رمق میسر آگئی ہو یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو ایمان حقیقی کی دعوت دیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ "تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص (حقیقی) مومن نہیں ہو سکتا جبتک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہ چیز پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" اگر ایمانِ حقیقی کی روشنی کسی کو میسر آئی ہے تو اس کو عام کرنا، اُسے پھیلانا، اُس سے لوگوں کو حصہ پہنچانا اُس کی ذمہ داری ہے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! آج کے درس میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ سریع الحساب ہے۔ اللہ تعالےٰ کا اسم مبارک الحسیب بھی ہے اس کی مزید توضیح فرمائیں۔

جواب: اللہ تعالےٰ کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی الحسیب بھی ہے وہ قیامت کے دن ہر انسان کا اس دنیا کے تمام اعمال ہی کا نہیں، نیتوں اور ارادوں کا بھی حساب لے گا۔ اس ذات سبحانہ کو حساب لینے کے لئے جمع تفریق کی ضرورت نہیں ہو گی جو ہمیں حساب کتاب میں لاحق ہوتی ہے اس کے جو (COMPUTERS) ہیں، ان کا کوئی انسان تصور ہی نہیں کر سکتا۔ سورہ کہف میں تھوڑا سا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ کافر چیخ اٹھیں گے جب ان کا اعمال نامہ ان کے سامنے آئے گا اور کہیں گے: یٰوَیْلَتَنَا

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا۔
ہائے ہماری شامت! یہ اعمال نامہ کیسا ہے! اس میں تو ذرا ذرا سی باتوں (MINUTEST DETAILS) کو بھی نہیں چھوڑا گیا ہے۔ چھوٹی سی چھوٹی بات بھی اس میں موجود ہے اور جیسا کہ آخری پارے کی سورۃ زلزال میں فرمایا: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ "جو کوئی ذرّے کے ہم وزن نیکی کریگا اپنے سامنے موجود پائیگا اور جو کوئی ذرّے کے ہم وزن بدی کمائیگا تو اُسے دیکھ لے گا"

تو اللہ تعالٰے ہر انسان کا پورا پورا حساب عدالتِ اُخروی میں لے گا۔ الحسیب میں یہ تمام مفاہیم شامل ہیں۔

حضرات! آج مطالعۂ قرآن حکیم کے ہمارے منتخب نصاب کا چھٹا سبق تین اقساط میں بفضلہٖ تعالٰے وسبحانہٗ مکمل ہوا۔ اس سبق میں ایمان کی حقیقت بھی ہمارے سامنے آئی اور ایمان کے مضمرات و ثمرات بھی ہمارے سامنے آئے اور ایمان حقیقی کی محرومی کی جو کیفیات ہیں، وہ بھی دو تمثیلوں کی شکل میں ہمارے سامنے آ گئیں۔ ہمیں اللہ تعالٰے سے ایمانِ حقیقی عطا فرمانے کی دُعا کرنی چاہیئے اور کفر سے بچنے کے لئے اسیؑ کے دامن میں پناہ لینی چاہیئے۔ اللّٰھم انا نسئلك الایمان والیقین ونعوذ بك من الکفر والشرك والنفاق۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

کراچی کے قارئینِ "میثاق" کے لیے خوش خبری ہے کہ ان شاء اللہ العزیز ماہِ اکتوبر ۸۴ء سے کراچی میں ہر ماہ کے آخری سوموار (پیر) کو "مشامِ الھدیٰ" کا آغاز ہوگا۔ تفصیلات کے لیے فون نمبر ۲۱۴۷۰۹ پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

تذکرہ وتبصرہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ۵ ،جولائی کو لاہور سے بیرونی ممالک کے دعوتی دورے کے لئے عازم سفر ہوئے تھے۔ موصوف کی ۱۲ اراگست ۸۴ء کو لاہور مراجعت ہوئی۔ ۱۷ اراگست کو موصوف نے خطاباتِ جمعہ کے ضمن میں مسجد دارالسلام لاہور میں جو خطاب ارشاد فرمایا وہ معمولی حک و اضافہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم خصوصًا علی افضلھم سید المرسلین وخاتم النبیین محمدؐ الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین: امّا بعد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی سورۃ الحج:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللہُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللہِ کَثِیْرًا ؕ وَ لَیَنْصُرَنَّ اللہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَلِلہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۝

صدق اللہ العظیم

عَنْ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وعلی اثرۃ علینا وعلی ان لا ننازع الامر اھلہ وعلی ان نقول بالحق اینما کنا ولا نخاف فی اللہ لومۃ لائم۔ (متفق علیہ)

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ۔

حضرات! وطن عزیز سے انتالیس[۳۹] دن کے بعد جو واپسی ہوئی تو حسن اتفاق سے اگلا ہی دن، یوم استقلال یا جدید اصطلاح میں "عید استقلال" تھا۔ ساتھ ہی جب لاہور کی سڑکوں پر کچھ آنا جانا ہوا تو بعض بالکل نئی چیزیں مشاہدے میں آئیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دوران میں اقامت صلوٰۃ کا نظام بھی موجودہ حکومت کی طرف سے بڑے زور شور، بڑے اہتمام، بڑی تشہیر اور بڑے دعاوی کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ اس سے یقیناً عوام میں بھی ایک خوشگوار ردّ عمل ہے۔ میں نے آغاز میں سورۂ حج کی جو آیات مبارکہ تلاوت کی ہیں یعنی آیات ۳۹، ۴۰، اور ۴۱۔ تو ان میں سے آیت نمبر ۴۱ کا اسوقت بہت چرچا ہے۔ لہٰذا یہ آیت کریمہ لوگوں کے ذہنوں میں بھی ہے اور زبانوں پر بھی۔ پھر مضامین میں، بیانات میں، اور معلوم ہوا ہے کہ ٹی وی پر اس کا کافی تذکرہ ہو رہا ہے۔ میری مراد ہے اس آیت کریمہ سے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

حالیہ مشاہدات اور حاصل شدہ معلومات کے ضمن میں بعض باتیں ایسی ہیں جو دین کے اس فہم و شعور کے نتیجے میں جو کسی بھی ادنیٰ درجہ میں سہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے عطا فرمایا ہے کہ میرے لیے لمحۂ فکریہ بن گیا ہے کہ اگر ان باتوں کو میں اس وقت بیان نہ کروں تو میرے نزدیک وہ کتمان حق ہوگا[۱]۔ لہٰذا میں اپنا دینی فریضہ سمجھتا ہوں کہ ان کو بلا خوف لومت لائم آپ حضرات کے سامنے رکھ دوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے یہاں یہ یوم استقلال یا "عید استقلال" کو جس شان و شوکت کے ساتھ، جس کرّ و فرّ اور جس اسراف و تبذیر کے ساتھ منایا جا رہا ہے یہ یقیناً دینی اعتبار سے "معروفات" کی فہرست میں کسی بھی دلیل سے نہیں آتا بلکہ "منکرات" کی فہرست میں آتا ہے۔ اوّل تو اسکے لیے لفظ "عید" کا استعمال ہی میرے نزدیک انتہائی

---

۱ ؎ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"باطل پر حق کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور حق کو ہرگز نہ چھپاؤ۔ جبکہ تم حق کو جانتے ہو۔"

(البقرہ ۴۲) (مرتب)

قابلِ اعتراض ہے۔ ہمارے دین میں صرف دو ہی عیدیں ہیں جو ہمیں اللہ اور اُسکے رسول کی طرف سے عنایت ہوئی ہیں ایک عید الفطر ہے اور دوسری عید الاضحیٰ ہے ان کے علاوہ کسی بھی تیسرے یا چوتھے دن کے لیے لفظ عید کا استعمال یقیناً دینی اعتبار سے محلِ نظر ہے اور اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ہمیں قادیانیوں پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اسلامی شعائر کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جب کہ ان کو ان کے استعمال کا قطعی حق نہیں ہے۔ اسی طرح دینی شعائر کے لیے جو اصطلاحات ہیں، اگر جدید قسم کی قومی تقریبات آپ منانا بھی چاہیں تو دینی اصطلاحات کا جامہ ان کو پہنانا یقیناً اُسی قبیل کی ایک شے ہے۔

مزید برآں اس میں جو اسراف و تبذیر کا معاملہ ہو رہا ہے۔ کروڑہا روپیہ جس طرح صرف ہو رہا ہے میں اُسے بھی دینی لحاظ سے صحیح نہیں سمجھتا۔ میں تحریک پاکستان کے فلسفے کو اُس کے مقاصد کو لوگوں کے ذہنوں میں اتارنے اور اس کا شعور اجاگر کرنے کو یقیناً ایک بہت بڑی قومی ضرورت سمجھتا ہوں یقیناً پوری قوم کو بالخصوص ہماری نئی نوجوان نسل کو اس بات کا علم اور شعور حاصل ہونا چاہیے اور اس کا بار بار اعادہ ہونا چاہیے کہ پاکستان کن مقاصد کے لیے قائم کیا گیا تھا! اس کی منزل کیا تھی! وہ منزل تا حال آئی ہے یا نہیں! ہم سینتیس ۳۷ برس کے بعد بھی اس منزل تک پہنچ پائے ہیں یا تا ہنوز تلاشِ منزل میں سرگرداں ہیں! یہ مسائل اپنی جگہ غور طلب بھی ہیں اور جواب طلب بھی۔ لیکن بہرحال اس ملک کے قیام کے جو مقاصد تھے، تحریک پاکستان کے جو عوامل تھے، اس کا جو پس منظر تھا، اس میں جن شخصیتوں نے اہم کردار ادا کیا ہے، ان سے پوری قوم کو بالعموم اور نوجوان نسل کو بالخصوص واقف کرانا، میرے نزدیک مستحسن کام ہے اور اس کی بڑی ضرورت ہے البتہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اسکے لیے طریقہ کون سا اختیار کیا جائے! اس کے لیے مثبت طریق تو یہ ہوگا کہ ہم اس منزل کی طرف صحیح خطوط پر پیش قدمی اور پیش رفت کریں جس منزل تک پہنچنے کے لیے یہ ملک قائم کیا گیا تھا۔ یہی چیز دراصل مستحکم اساس بنتی ہے مزید براں یہ کہ اگر ہمیں یہ دن قومی تاریخ کے اعتبار سے منانا ہی ہو تو آن بان، شان و شوکت، آرائش و زیبائش اور جلوسوں کے بجائے، اس دن ملک بھر میں جلسے ہوں، ان میں تقاریر ہوں، مقالے پڑھے جائیں، اخبارات میں مضامین شائع ہوں۔ ذرائع ابلاغ عامہ ٹیلیویژن اور ریڈیو پر تحریک پاکستان کے پس منظر اور پاکستان کے قیام کے مقصد کو مؤثر طریقوں سے اجاگر کیا جائے۔

ثالثاً ہمارے نصاب تعلیم میں مسلم انڈیا اور خاص طور پر تحریک پاکستان کی مستند تاریخ کو مستقلاً شامل کیا جائے۔ یہ وہ طریقے ہیں جو مفید بھی ہیں اور مستحسن بھی۔ ان کی ہر اعتبار سے شدید ضرورت ہے۔ لہٰذا کوئی شخص بھی ان سے اختلاف نہیں کرے گا۔ لیکن میری دیانت دارانہ رائے ہے کہ چند سالوں سے یوم استقلال کو جس طور اور انداز سے ایک جشن اور تہوار کی صورت میں منایا جا رہا ہے وہ صحیح و موثر طریق کار نہیں ہے اس سے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے بلکہ قوم کے لیے یہ ایک تہوار اور کھیل تماشوں اور تفریح کا دن بن کر رہ گیا ہے۔ موجودہ طریق دینی اعتبار سے بھی بدعات اور اسراف و تبذیر کی فہرست میں آتا ہے اور قومی اعتبار سے بھی یہ طریقہ مفید ہونے کے بجائے نقصان دہ ہے۔ اس طرح ایک طرف ہر سال کروڑوں روپے بالکل بے مصرف خرچ ہوتے ہیں، آرائش و زیبائش، محراب سازی اور جلوسوں اور اسی نوعیت کے کاموں کی نذر ہوتے ہیں۔ جو میرے نزدیک قومی سرمایہ کا ضیاع ہے۔ دوسری طرف قوم اسے ایک قومی تہوار کی طرح محض تفریحاً منانے کی عادی ہوتی جا رہی ہے۔ پھر ایک نہایت ہی قابل غور بلکہ حد درجہ قابلِ اعتراض بات یہ ہے کہ اس یوم استقلال یا جشنِ استقلال کو چند سالوں سے "عید" کی خالص دینی اصطلاح سے موسوم کیا جا رہا ہے۔ پھر جس شکل میں چند سالوں سے یہ عید منائی جا رہی ہے اس کے متعلق میں آج سوچ رہا تھا کہ ہمیں ہمارے دین نے "عید" کا جو تصوّر دیا ہے، اس میں جو وقار ہے، اس میں دینداری خدا پرستی کا جو مظاہرہ ہے وہ نہ تو کسی مذہب اور دھرم اور قومی تہواروں میں نظر آتا ہے۔ تمام مذاہب کے تہواروں میں یہ اعلیٰ اقدار مفقود ہیں اور نہ ہی اس نام نہاد عید استقلال میں۔ ہماری دونوں عیدیں کیا ہیں! عید گاہ کی طرف تکبیرات کے ترانے پڑھتے ہوئے جاؤ۔ واپسی میں راستہ بدلو اور پھر یہی ترانہ تمہاری زبانوں پر جاری ہو۔ فضا اس ترانے سے معمور ہو جائے۔ پھر یہ تکبیرات بھی وہ ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی، اس کی توحید اور اس کی حمد کا عوامی سطح پر اعلان و اقرار ہے۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر، اللہ اکبر و للہ الحمد ؕ

اور اللہ اکبر، اللہ اکبر کبیراً الحمد للہ کثیراً سبحٰن اللہ بکرۃً و اصیلاً ط

پھر ان عیدین کے لیے تاکید ہے کہ صبح غسل کر کے اچھا لباس پہنو۔ خوشبو لگاؤ۔ طلوع آفتاب کے بعد ایک جگہ جمع ہو، امام کی اقتداء میں دوگانہ باجماعت ادا کرو۔ یہ شکرانے کی نماز،

پھر امام بحیثیت نائب رسول کھڑا ہو۔ خطبہ دے جس میں شرکا کے لیے تذکیر ہو، موعظہ ہو، نصیحت ہو۔ یہ ہے ہماری عیدین کا معاملہ جو ہمارے دین نے ہمیں تلقین فرمایا ہے۔
آپ نے کئی بار یہ حدیث سنی ہو گی جو حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہجرت کے بعد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو وہاں قدیم زمانے سے سالانہ "جشنوں" دو تہواروں کا سلسلہ چلا آرہا تھا۔ ان میں لوگ طرح طرح کے کھیل تماشوں کا سامان کیا کرتے تھے اور لہو ولعب میں تہوار مناتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا اور جب بتایا گیا کہ یہ ہمارے سالانہ جشن اور تہوار ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہمارے رب نے مسلمانوں کے لیے دو سالانہ عیدیں عطا فرمائی ہیں، جو تمہارے تہواروں سے کہیں بہتر ہیں۔ ان میں سے ایک عیدالفطر ہے جس کا تعلق رمضان المبارک کے روزوں سے ہے یہ روزوں کو پورا کرنے کا شکرانہ ہے۔ اور دوسری عیدالاضحیٰ۔ جس کا تعلق حج اور قربانی سے ہے پھر یہ کہ جس شان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، آپؐ کے اصحابؓ نے اور آپؐ کے خلفاء راشدینؓ نے ان عیدین کو منایا وہ درحقیقت ہمارے لیے قابلِ تقلید ہی نہیں واجب التقلید معاملہ ہے۔
اس کے برعکس دوسری قومیں جس طریقے پر اپنے مذہبی جشنوں اور اپنے قومی تہواروں کو مناتی ہیں، وہ ہمارے سامنے ہیں، جن کے متعلق میں نے ابھی عرض کیا کہ ان میں خداپرستی اور وقار ڈھونڈے سے بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ یہ سرتاسر لہو و لعب کا مظہر ہوتے ہیں۔ ہر انصاف پسند آنکھ یہ دیکھ سکتی ہے کہ ہم نے جو نئی عیدیں منانے کا ڈھنگ اختیار کیا ہے وہ دوسری قوموں کے جشنوں اور تہواروں سے بہت مماثل ہوتا جارہا ہے۔ دینی مزاج رکھنے والا ہر شخص ان نئی عیدوں کے متعلق خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ ہماری قوم ان کو منانے کا جو رنگ اور طور طریقے اختیار کرتی چلی جارہی ہے آیا وہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کے نقشِ قدم پر ہے یا اغیار کی تقلید ہے!۔ میں آج سوچ رہا تھا تو میرا ذہن منتقل ہوا کہ قرآن مجید میں آلِ فرعون کے ایک تہوار کے لیے یوم الزینۃ کا لفظ آیا ہے جس کا سورۃ طٰہٰ میں ذکر ہے۔ ہوا یوں کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے فرعون کے دربار میں تشریف لاکر توحید کی دعوت پیش کی۔ لیکن اس نے دعوت ردّ کردی۔ — حالاں کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی نبوّت کے ثبوت کے طور پر دو معجزے پیش کئے

تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو عطا فرمائے تھے یعنی عصا اور ید بیضاء۔ ان کو دیکھ کر فرعون کو اس کے سوا کوئی اور تدبیر اور چال نہ سوجھی کہ ملک کے تمام نامی گرامی جادوگروں کو بلا کر ان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرایا جائے تاکہ اس وقت جس صورت حال سے سابقہ ہے اس سے کسی طور پر گلو خلاصی ہو سکے۔

لہذا فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ کوئی دن مقرر کرو کہ جس روز ہمارے جادوگر تمہارا مقابلہ کر سکیں تو حضرت موسیٰ نے جواب میں فرمایا مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿﴾ "تمہارے ساتھ یَوْمُ الزِّینَۃِ طے ہوا۔ اور دن چڑھے لوگ جمع ہوں"۔ یعنی ان کا کوئی بناؤ سنگھار، اپنی زینت، اپنی آرائش و زیبائش کے اظہار اور اپنے رعب اور دبدبے کے مظاہرہ کا دن تھا جس کو وہ جشن کے طور پر مناتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے وہ دن مقرر فرمایا تاکہ مقابلہ علیٰ رؤس الاشہاد ہو۔ خلقِ خدا دیکھے کہ معاملہ کیا ہو رہا ہے! اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ معجزات کی شان کیا ہے اور جادوگروں کے جادو کی حقیقت کیا ہے!

ہمیں تو اپنے قومی جشن کے طور طریقے دیکھ کر ایسا نظر آتا ہے کہ ہم تو یَوْمُ الزِّینَۃِ کی طرز پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ نہ کہ ان باوقار عیدین کے طور پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عطا فرمائی تھیں۔ پھر ایک اور حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے اور یہ ہر شخص کے سامنے کی بات ہے کہ وہ دو عیدیں جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے عطا فرمائی تھیں، وہ ان نئی دو عیدیں یعنی، عید میلاد النبی اور عید استقلال کے مقابلے میں پس منظر میں چلی جا رہی ہیں۔ اُن عیدوں کی تو ان کے مقابلے میں حیثیت و اہمیت بہت کم رہ گئی ہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ قوم کی عظیم اکثریت کا لگاؤ اُن عیدوں سے تو برائے نام رہ گیا ہے۔ اصل لگاؤ ان دو نئی عیدوں سے ہے۔ اس بات سے وہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ جہاں بھی کوئی بدعت آئے گی وہاں لامحالہ سنت پیچھے ہٹے گی۔ یہ قانون ہے اگر آپ دینی و قومی اعتبار سے کوئی نئی رسم ایجاد کریں گے تو دین کا کوئی نہ کوئی حقیقی شعار یقیناً پس منظر میں چلا جائے گا۔ ہر بدعت، سنت کو FADE AWAY کرے گی۔ لہذا یا تو سنت کی اہمیت کم ہو جائے گی یا وہ بالکل ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس چیز سے بچائے کہ ہم سنت کو بالکل ہی ختم کر دیں لیکن اندیشہ یہ ہے کہ جس رُخ پر ہم آگے بڑھ رہے ہیں،

اس کا یہ نتیجہ تو بہر حال نکل آیا ہے کہ وہ اصل عیدیں پس منظر میں چلی گئی ہیں اور مسلمانان پاکستان کے لیے جو دو نئی "عیدیں" ایجاد کی گئی ہیں وہ کافی نمایاں ہوگئی ہیں ۔ ان کا جس طور پر سرکاری سطح پر انتظام ہوتا ہے اس سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ سرکاری طور پر "اصل عیدیں" یہ دو ہیں یعنی عید میلاد النبی اور عید استقلال۔

میں نے شروع ہی میں عرض کیا تھا کہ میں بیرون ملک کے دعوتی دوروں سے ۳ اگست کی رات کو لاہور پہنچا ہوں ۔ اسلیئے ان تین دنوں میں لاہور کی سڑکوں پر آنے جانے کا اتفاق کم ہوا ۔ ۴ اگست کو تنظیم اسلامی لاہور کے اجتماع میں بعدہ دو دن مجلس مشاورت کے اجلاسوں میں شرکت کے باعث مصروفیت رہی ۔ ذرا نکلا ہوں تو سڑکوں پر چند اکابر کی 'دیو ہیکل' تصاویر نظر آئی ہیں ۔ یہ گویا "معروفات" اور "نیکیوں" کا اضافہ ہے جو اس دور میں ہو رہا ہے تصویر کشی، خاص طور پر ہاتھ سے بنائی جانے والی جانداروں کی تصاویر کے متعلق امت کے تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حرام مطلق ہیں ۔ جدید زمانے میں چند جدید ذہن کے علماء، خاص طور پر علماء عرب کی اکثریت نے اختلاف اگر کیا ہے تو کیمرے سے اُتاری ہوئی تصاویر کے بارے میں کیا ہے ۔ جو عکس محفوظ کرنے کی تعریف میں آتا ہے، ہاتھ سے نہیں بنایا جاتا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ہاتھ سے جاندار اور غیر جاندار بنائی جانے والی تصاویر اور ہاتھ سے مجسّمے بنانے کا رواج تھا اور یہ قدیم زمانے سے چلا آرہا تھا ۔ مجسمے اور ہاتھ سے جانداروں کی تصاویر بنانے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید وعید ارشاد فرمائی[1] اور اسکو ناجائز اور ممنوع قرار دیا ہے ۔ مجسمہ سازی بھی طبعاً اسی وعید اور حرمت کے دائرے میں آتی ہے ۔ البتہ

---

[1] عن عائشة قالت، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم احيوا ما خلقتم وقال ان البيت الذی فيه الصورة لا تدخله الملائكة (متفق علیه) ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جاندار چیزوں کی) تصویریں بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا ۔ ان کو حکم دیا جائے گا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے، اس میں روح پھونک کر اسے زندہ کرو ۔ (لیکن وہ ایسا نہ کر سکیں گے لہٰذا عذاب جاری رہے گا ۔) پھر فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ۔ (مرتب)

جب کیمرہ ایجاد ہوا تو ایک اختلاف ہوگیا۔ پاک و ہند کے علماء کی بڑی اکثریت اس کی قائل رہی ہے اور اب بھی ہے کہ کسی جاندار کی کیمرے سے بنائی ہوئی تصویر پر بھی اُسی حکم کا اطلاق ہوگا جو ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر پر ہوتا ہے۔ لیکن اکثر علمائے عرب کی یہ رائے سامنے آئی کہ کیمرے کی تصویر پر ہاتھ سے جاندار کی بنائی جانے والی تصویر کی حرمت کا اطلاق نہیں ہوتا۔

برصغیر پاک و ہند میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے متعلق تو وثوق سے معلوم ہے کہ وہ یہی رائے رکھتے تھے۔ آج سے قریباً ستّر سال قبل ان کے جو رسائل "الہلال اور البلاغ" شائع ہوتے تھے وہ باتصویر ہوتے تھے۔ مزید یہ کہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی رائے بھی یہی تھی لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ واللہ اعلم۔ بہرحال ہمارے یہاں بھی ایسے علماء رہے ہیں اور اب بھی موجود ہوں گے جن کی رائے علمائے عرب کی اس رائے کے مطابق ہے کہ ہاتھ سے بنائی جانے والی جانداروں کی تصاویر اور مجسموں پر تو حرمت کے اسی حکم کا اطلاق ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیکن کیمرے کی تصاویر اس حکم کی زد میں نہیں آتیں، یہ مختلف شے ہے۔ پھر یہ کہ ہمارے جو علماء کیمرے کی تصاویر کی حرمت کے قائل ہیں، انہوں نے بھی اس کی وہاں تک تو اجازت دی ہے، جہاں کوئی تمدنی حقیقی ضرورت ہو۔ جیسے شناختی کارڈ کا معاملہ ہے۔ پاسپورٹ کا معاملہ ہے۔ مجرموں کی تصاویر کا معاملہ ہے۔ طبی ضروریات کا معاملہ ہے۔ الغرض جہاں بھی ناگزیر تمدنی حقیقی ضرورت ہو تو اسکے لیے اسکے استعمال کو بکراہت قبول کیا جا سکتا ہے۔

لیکن یہ بات جان لیجئے کہ اس تصویر کشی میں اور اسکی حرمت و ممانعت میں جو اصل علت اور اصل حکمت ہے، وہ شخصیت پرستی کے سدّباب کی علت و حکمت ہے۔ یہی تصویریں ہیں جو بعد میں معبود بنتی رہی ہیں اور ان کو پوجا گیا ہے۔ آج ہمارے ملک میں جس پیمانے اور جس انداز سے یہ کام کیا جا رہا ہے اس میں اس علت و غایت کے ظہور کا شدید احتمال موجود ہے[1] اس لیے کہ یہ اُن شخصیتوں کی تصاویر ہیں جن کے متعلق

---

[1] آغا خانی لوگوں کو مرتب نے "آغا خاں" کی تصویر کو ہار پہناتے، اس کے آگے دیئے جلاتے اور مراقبہ کرتے اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھا ہے (مرتب)

ہمارا یہ تصور ہے اور اُسے مزید پختہ کیا جا رہا ہے کہ وہ ہمارے محسن ہیں۔ یہ ہماری تاریخ کی عظیم ترین شخصیتیں ہیں، وہ ہماری قومی تحریک کے عظیم عمائد ہیں لہٰذا ان حضرات سے ہمارا ایک ربطِ قلبی ہونا چاہیئے، ان سے محبت ہونی چاہیئے، ان سے عقیدت ہونی چاہیے۔ یہی تو وہ اصل علت ہے کہ جب اس میں غلو ہوتا ہے تو ان بزرگوں کو معبود کے درجے تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اسی کی وجہ سے شریعت میں تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے لیکن ہمارے یہاں اسی میں غلو پیدا کرنے کی یہ تمام و کمال کوشش کی جا رہی ہے۔ اس طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید دور میں دین کے تصورات میں جو اضافے ہو رہے ہیں شاید ان ہی "معروفات" کی فہرست میں یہ چیز بھی شامل کر لی گئی ہے۔ ابھی تک معاملہ یہ تھا کہ نوٹوں پر قائداعظم کی تصویر چل رہی ہے ابھی تک معاملہ یہ تھا کہ سرکاری بڑے دفاتر اور ایوانوں میں قائداعظم مرحوم کی خصوصاً اور علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کی عموماً قدآور یا اوپر کے جسم کی ہاتھ سے بنائی ہوئی تصاویر مستقل طور پر آویزاں رہتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایوب خاں صاحب اور بھٹو صاحب کی ان کے دورِ اقتدار میں ان کی تصاویر لگائی جاتی رہی ہوں اور اب موجودہ صاحبِ اقتدار شخصیت کی تصاویر آویزاں ہوں۔

بہرحال کچھ عرصہ پہلے تک یہ معاملہ زیادہ تر بڑے بڑے سرکاری دفتروں اور حکومت کے ایوانوں تک محدود تھا۔ لیکن اب ان اکابر کی تصاویر کو جس انداز، جس شان اور جس آن بان کے ساتھ سڑکوں پر نصب کیا گیا ہے اس سے تو اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ ہمارا معاشرہ معروفات کے بجائے دینی اعتبار سے منکرات کی طرف ارتقاء کر رہا ہے۔ اس کی پیش قدمی قطعی مخالف سمت میں ہو رہی ہے۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ یہ کیمرے کی بنائی تصاویر نہیں ہیں بلکہ ہاتھوں سے بنائی ہوئی تصاویر ہیں جن کے متعلق میں پورے عالمِ اسلام کے علماء کی رائے آپ کو بتا چکا ہوں کہ سب اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ ابھی میں نے آپ کو بتایا کہ آجکل سورہ حج کی اکتالیسویں آیت کا بڑا چرچا ہے۔ جس میں ارشاد فرمایا گیا:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

تو آخری دو احکام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ صرف یہ کہ نظر انداز اور پسِ پشت

ڈال دیئے گئے ہیں بلکہ ان کے برعکس کام ہو رہا ہے۔ معروفات کو دبایا اور منکرات کو فروغ دیا جا رہا ہے تو یہ چند چیزیں وطن سے واپسی پر فوری طور پر میرے مشاہدے میں آئیں۔ لہٰذا ان کے متعلق جو بھی میرے تأثرات تھے، وہ میں نے بلاخوفِ لومتِ لائم آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔

میں ابھی حالات حاضرہ کے متعلق چند دوسری باتیں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں معروف معنوں میں ہرگز ایک سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ میں نے اس سے پہلے بھی کسی سیاسی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ میرا اب بھی DECLARE فیصلہ ہے، علی رؤس الاشہاد اعلان ہے کہ آئندہ بھی کبھی کسی سیاسی تحریک میں جو سیاسی انداز میں اگر حکومت کے خلاف چلے گی تو میں اس میں حصہ نہیں لوں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میری چند PRIORITIES ہیں۔ چند کاموں کو میرے نزدیک اوّلیت واقدمیّت حاصل ہے۔ ہر شخص کی اپنی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل میں کس کام کے لیے اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو صرف کر رہا ہے میری ترجیحات میں مقدّم ترین قرآن مجید کے اس فرمان کی تعمیل میں کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ " صرف اور صرف اللہ کا دین اسلام ہے۔ باقی ساری چیزیں اور سارے کام اس کے تابع ہیں میں نے دین کی خدمت کے لیے جس طریق کار کو قرآن وسنت سے اخذ کیا ہے۔ ان دینی ذرائع سے سمجھا ہے میں اُسی پر عمل پیرا ہوں۔ اسی کام میں اپنی زندگی کا کچھ حصہ لگا چکا اور جو باقی ہے وہ اسی میں لگا رہا ہوں اور میری اللہ سے دُعا ہے کہ وہ مجھے اسی کام میں اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو لگانے کی مزید توفیق عطا فرمائے اور میں اسی حالت میں آخرت کے لیے رختِ سفر باندھوں۔

جہاں تک ملک کی سیاسی صورت حال کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں جو بھی میری دیانت دارانہ رائے رہی ہے، اس کا میں نصح اور خیر خواہی کے انداز میں بھی اور ناقدانہ انداز میں بھی متعدد بار برملا اظہار کر چکا ہوں۔ اسی ضمن میں، میری رائے ہے کہ مارشل لار کا اتنا طویل عرصے تک تسلسل ہمارے ملک کی سالمیت، اس کی یکجہتی، اتحاد اور اس کی سلامتی کے لیے نہایت مضر اور خطرناک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری قوم واقعتاً سیاسی اعتبار سے تاحال نابالغ ہے اور اس میں سیاسی شعور موجود نہیں ہے اس قوم میں جمہوریت کی نہ قدر ہے اور نہ اس کے چلانے کی صلاحیت

ہے۔ اس اعتبار سے قوم نابالغ بھی ہے اور یتیم بھی۔ بُرا نہ مانیے گا ہماری سیاسی جماعتوں نے اسی خیال کو تقویت دینے کے لیے کئی بار PART PLAY کیا ہے اسی کے نتیجے میں فوج کو بار بار یہ موقع ملا ہے کہ وہ اس میدان میں قدم رکھے اور اقتدار کی باگ ڈور سنبھالے۔ آخر ہندوستان میں فوج کو آج تک اسکی جرأت کیوں نہیں ہوئی! اس کا آخر کچھ سبب تو ہے! جب کہ دونوں ملک بیک وقت آزاد و خود مختار ممالک کی فہرست میں شامل ہوئے تھے۔ لیکن ہم نے ثابت کیا ہے کہ جس طرح ایک نابالغ یتیم کو سرپرست کی ضرورت ہوتی ہے' اسی طرح ہم بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اور اپنی صلاحیت کے بل بوتے پر چلنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

بہرحال وجوہ کچھ بھی ہوں امر واقعہ یہ ہے کہ جو مارشل لا نوّے دن کے وعدے پر لگایا گیا تھا اب اس کا ۵ر جولائی ۱۹۸۴ء کو آٹھواں سال شروع ہوگیا ہے ملک کی خیرخواہی کا تقاضا ہے کہ مارشل لا خود ہٹ جائے۔ اگر مارشل لا کو ہٹانے کے لیے کوئی تحریک چلی تو اس کا کوئی مفید و مثبت نتیجہ نہیں نکلے گا۔ بلکہ ایک خرابی ختم ہوگی تو اس کی جگہ کوئی دوسری خرابی آجائے گی۔ اس لیے موجودہ مارشل لا کو جلد از جلد صحیح خطوط پر سیاسی عمل جاری کرانا چاہیئے۔

بہرحال میرا فیصلہ ہے کہ نہ میں نے پہلے کسی سیاسی تحریک میں حصہ لیا ہے اور نہ اب لوں گا۔ جو جماعت میں نے قائم کی ہے اس کا طے شدہ فیصلہ ہے کہ انتخاب کی طرف ہمیں کبھی جانا نہیں ہے زیادہ سے زیادہ ہم انتخاب میں ووٹ دے سکتے ہیں وہ بھی دو شرطوں کے ساتھ۔ ایک یہ کہ جس کو ووٹ دیا جائے وہ ہمارے علم کی حد تک پابند شریعت ہو اس لیے کہ جو شخص اللہ کے قانون کا پابند نہیں اس سے ہم کیسے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ اس ملک کے لیے کوئی بھلا کام کرے گا۔ جو اللہ کا وفادار نہ ہو وہ اس ملک کا کیسے وفادار ہوگا! تو ایک شخص کیسے اس قسم کے امیدوار کو ووٹ دینے کی ذمہ داری قبول کرے کہ جو پابند شریعت نہ ہو۔ ہم نے ایک اضافی شرط یہ بھی لگائی ہے کہ وہ شخص کسی ایسی پارٹی سے بھی تعلق نہ رکھتا ہو جس کے منشور میں کوئی بات خلاف شریعت ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص خود تو پابند شریعت ہوتا ہے لیکن اپنی سادہ لوحی کے باعث یا کسی اور سبب سے کسی ایسی جماعت میں شامل ہوجاتا ہے جس کے منشور میں کوئی نہ کوئی شق اسلام کے خلاف ہوتی ہے تو جہاں یہ دونوں شرطیں پوری ہوجائیں تو ہم اس ملک کے شہری ہیں لہذا ہم اپنا ووٹ استعمال کریں گے۔ لیکن اگر یہ شرطیں پوری نہیں ہوتیں تو ہم کم سے کم یہ ذمہ داری لینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ کسی بھی ایسے شخص کے

حق ہی رائے دی جائے اور اسے ملک کے معاملات میں دخیل ہونے کا حق دار سمجھا جائے درآں حالیکہ وہ خود اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا پابند نہ ہو۔ تو اس اعتبار سے ہم غیر سیاسی لوگ ہیں، میں خود ذاتی طور پر اور وہ تنظیم بھی جو میں نے قائم کی ہے۔

ہمارا جو مثبت طریق کار ہے وہ میں کئی بار بیان کر چکا ہوں وہ تو ایک ہی طریق کار ہے۔ جو میرے نزدیک سنت اور سیرت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہے اور اسی پر مبنی ہے۔ لہٰذا میں نے اسی کو اپنے لیے اور اپنی تنظیم کے لیے اختیار کیا ہے اور میری کوشش ہے کہ حتی الامکان اُسی پر عمل پیرا ہو کر اور کار بند رہ کر ایک اسلامی انقلاب کے لیے جو بھی ابتدائی اور تمہیدی اقدامات ہیں اُن کے لیے میں نے اور میرے ساتھیوں نے خود کو کھپا دیا ہے۔ اور کھپائے رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس سے پہلے بھی میں نے عرض کیا تھا کہ ہم لوگ اندھے بہرے نہیں ہیں کہ ہم دیکھ اور سن نہ رہے ہوں کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے اور اس کے بارے میں ہماری کوئی رائے نہ ہو۔ آج سے لگ بھگ پونے دو سال قبل ایک خط میں نے صدر مملکت کو لکھا تھا۔ ابتداءً وہ کھلا خط نہیں تھا لیکن عرصہ تک جب مجھے نہ اسکی رسید ملی اور نہ جواب ملا بلکہ میرے پاس ڈاکخانے کی رجسٹری کی جو جوابی رسید آئی وہ بھی بغیر دستخط کے تھی تب میں نے اس خط کو مجبوراً پریس کے حوالے کیا اس سے قبل بھی میں صدر صاحب کو ایک خط لکھ چکا تھا، جس کا نہ جواب آیا نہ رسید۔ ایسا ہوتا ہے کہ بڑے آدمی کے ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہو جاتے ہیں جو کہ بہت سی باتیں ان تک پہنچنے نہیں دیتے اس کا ایک ثبوت بھی مجھے مل گیا۔ صورت یہ ہوئی کہ میں جب ۵ مئی ۱۹۸۳ء کو صدر صاحب سے ملاقات کے لیے پنجاب گورنر ہاؤس حاضر ہوا اور میں نے اُن سے اپنے پہلے خط کا ذکر کیا جو کئی مہینے قبل میں نے ان کو لکھا تھا۔ میں اس خط کی نقل بھی ساتھ لے گیا تھا۔ میں نے صدر صاحب کو وہ خط دکھایا اور انہیں بتایا کہ مجھے تا حال اس کا کوئی جواب نہیں ملا تو صدر صاحب نے اسکو دیکھ کر اور پھر پڑھ کر حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ مجھے تو یہ خط دکھایا نہیں گیا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ ان کے ارد گرد کچھ ایسی چھلنیاں لگی ہوئی ہیں کہ ان چھلنیوں میں سے ہر چیز چھن کر صدر صاحب کے پاس وہی چیز پہنچے جو یہ لوگ مناسب سمجھیں۔ یہ وجہ ہے کہ پھر میں نے اس خط کو اشاعت کے لیے اخبار کو دیا اگرچہ اس نے اس میں قطع و برید کی، کاٹ چھانٹ کی۔ لیکن بہر حال جس حال میں بھی وہ سامنے آسکا پبلک میں آگیا۔ تو اس وقت کے حالات

کے پیشِ نظر میں نے صدر صاحب کی خدمت میں اپنی رائے پیش کی تھی جو مخلصانہ بھی تھی اور میرے نزدیک اُس وقت نہایت مفید بھی تھی۔ [1]

اِس وقت ہمارا ملک جس صورتِ حال سے دوچار ہے میں اس کے پیشِ نظر پورے اخلاص اور خیرخواہی کے جذبے کے ساتھ چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کا نظام ہمارے ملک میں قائم کیا گیا ہے۔ اس کا بڑا دعویٰ بھی ہے۔ شہرہ بھی اور پروپیگنڈہ بھی۔ لیکن اس میں ابتداء سے خامی تھی جس کے بارے میں مَیں نے صدر صاحب سے خدا کا واسطہ دے کر ایک نجی ملاقات میں عرض کیا تھا کہ اس سلسلے میں ہمارے شیعہ بھائیوں نے جو ایجیٹیشن کیا ہے اور آپ سے ایک وعدہ حاصل کر لیا ہے اس کے نتیجہ میں آپ کو اپنا قدم واپس لینا ہے تو خدا کے واسطے جزوی طور پر نہ لیجیے گا۔ بلکہ کلی طور پر لیجیے گا۔ اپنا آرڈیننس واپس لے لیجیے۔ کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ اس سے پہلے بھی یہ ملک چل رہا تھا اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ نماز عبادات میں شامل ہے آپ اس کے لیے جبر نہیں کر سکتے البتہ تشویق و ترغیب دلا سکتے ہیں' ماحول کو ایسا سازگار بنا سکتے ہیں کہ لوگوں میں نماز کا شوق از خود ابھرے۔ اسی طرح زکوٰۃ بھی اگرچہ اسلامی نظامِ معیشت کا ایک اہم ستون ہے لیکن وہ عبادات کی فہرست میں شامل ہے۔ لہٰذا آپ اس کے معاملہ میں بھی صحیح اسلامی شعور پختہ ہونے تک اگر یہ فیصلہ کریں کہ فی الحال اس میں جبر نہیں کر سکتے تو پھر یہ ہے کہ اس آرڈیننس کو واپس لے لیجیے۔ اس میں ترمیم نہ کیجیے۔ اس لیے کہ اگر آپ نے یہ کیا کہ شیعہ حضرات کو اس سے مستثنیٰ کر دیا تو ناواقف اور کمزور ایمان' والے سینوں میں شیعہ بنانے کا دروازہ کھل جائے گا۔ یہ وہ بات ہے جو کہ بالفعل ہوئی اور اس کے نتائج لوگوں کے سامنے آرہے ہیں اور یہ خبریں مل رہی ہیں کہ ہماری دیہاتی آبادی میں کالے جھنڈے بڑی کثرت سے کھڑے ہو گئے ہیں اس لئے کہ ہمارے ایمان کی جو مجموعی صورتِ حال ہے وہ کس سے پوشیدہ ہے وہ کمزوری تو اظہر من الشمس ہے۔ پھر ظاہر بات ہے کہ شیعہ سنّی کا اختلاف سب

---

[1] محترم صدر مملکت کے نام ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ خط ماہنامہ میثاق کے فروری ۱۹۸۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔ علیحدہ بھی مطبوعہ شکل میں موجود ہے جو حضرات اس کا مطالعہ کرنا چاہیں۔ طلب فرما سکتے ہیں (مرتب)

کے نزدیک کفر اور اسلام کا اختلاف تو ہے نہیں۔ لہٰذا اس جبری زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہونے کے لیے اس اختلاف کے باعث فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے تو ہمارے معاشرے میں کمزور عقیدے اور بے عملی کے شکار کتنے سنی ہوں گے جو شیعہ بھائیوں کی ذرا سی کوشش سے یہ رنگ اختیار نہیں کریں گے یہ وہ بہت بڑا اندیشہ تھا اور میں نے یہ وقت اللہ کا واسطہ دے کر صدر صاحب سے عرض کیا تھا کہ آپ یہ نہ کیجئے گا۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ وہی ہوا۔ پرنالہ وہیں گرا اور اس کے جو نتائج برآمد ہونے چاہیئے تھے وہ برآمد ہوئے اور پورے ملک کے سامنے ہیں۔

مزید برآں اس ضمن میں دوسرا اہم تر معاملہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے نظام کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ پورے معاشرہ کے اندر جو بھی معاشی اعتبار سے فرق وتفاوت کا معاملہ پیدا ہوتا ہے یہ اس کا علاج اور حل ہے لیکن اگر دنیا کے سامنے صورتِ حال یہ آئی ہو کہ پاکستان میں زکوٰۃ کا نظام قائم و نافذ ہو بھی گیا لیکن معاشرہ میں معاشی فرق وتفاوت جوں کا توں موجود ہے اس میں تو سر مو بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ بال برابر بھی کوئی فرق نہیں ہوا! اس ملک میں معیشت کا جو نظام پہلے تھا، اب بھی وہی ہے۔ دوسری طرف جب کہ بتلایا یہ جارہا ہے کہ زکوٰۃ کا نظام نافذ ہوچکا ہے۔ تو خود ہی غور کیجئے کہ اس صورت حال کو دیکھ کر لوگ نظام زکوٰۃ سے بددل اور مایوس ہوں گے یا نہیں؟ اور ان کے دل میں اسلام سے لگن اور محبت پیدا ہوگی یا اس کے برعکس معاملہ ہوگا! اس سے کوئی نیک نامی حاصل ہوگی یا بدنامی!

پھر یہ کہ اوّل تو زکوٰۃ صرف اس رقم پر واجب کی گئی ہے جو بینکوں میں جمع ہے۔ سوال یہ ہے کہ مالِ تجارت پر زکوٰۃ کیوں عائد نہیں کی گئی جب کہ انکم ٹیکس کے گوشواروں سے ان پر زکوٰۃ کا حساب بھی آسان ہے کیا کوئی فرقہ ایسا بھی ہے جو یہ کہتا ہو کہ مالِ تجارت پر زکوٰۃ نہیں ہے! ہر فقہی مسلک کے نزدیک جس طرح نقدی پر اگر وہ نصاب کی حد میں آتا ہو زکوٰۃ ہے۔ اسی طرح مال تجارت پر بھی زکوٰۃ ہے۔ لہٰذا ہر سال اس پر بھی زکوٰۃ عائد ہونی چاہیے اور وصول کی جانی چاہیئے۔

البتہ بڑی بڑی فیکٹریوں کی جو عمارتیں ہیں، ان میں جو مشینیں ہیں، ان پر میری معلومات کی حد تک تمام مسالک کا اتفاق ہے کہ وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کی یہ رائے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر BASE کرتی ہے کہ کاریگر لوگوں کے اوزار زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں جیسے بڑھئی ہے۔ لوہار ہے، یا کوئی اور کاریگر ہے تو ان کے اوزاروں پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔ یہ بالکل عین انصاف ہے لیکن کہاں کاریگروں کے ہتھیار اور کہاں لاکھوں روپے کی مشینری! لہٰذا یہ مسئلہ ہمارے لیے محل نظر ہوگا کہ ملوں اور فیکٹریوں کی کروڑوں روپے کی مشینوں کو کاریگر کے اوزاروں پر قیاس کیا جائے گا یا نہیں! چلیئے یہ معاملہ اجتہادی ہوگا۔ اس پر علماء کا کوئی مستند بورڈ ہی کوئی حتمی فیصلہ کر سکتا ہے۔ میری تاحال رائے یہ ہے کہ اس میں ہمارے علماء کو دین کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے کوئی راہ نکالنی ہوگی۔ لاکھوں اور کروڑوں روپے کی مالیت کی مشینوں کو کاریگر کے اوزاروں پر قیاس کافی غور و فکر کا متقاضی ہے۔ لیکن ملوں اور فیکٹریوں میں جو بھی خام مال اور تیار مال موجود ہے اس کے بارے میں کسی فقہی مکتب میں قطعی اختلاف نہیں ہے سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جیسے نقد اثاثہ ہے اسی طرح ہر نوع کا تجارتی مال بھی اثاثہ ہے۔ زیورات بھی اثاثہ ہیں۔ ان سب پر ایک سال کی مدت گزرنے کے بعد زکوٰۃ عائد ہوگی۔ اس میں کسی کے نزدیک بھی اختلاف نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہم نے انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوانے کا معاملہ کیا ہے۔

اب تک اس زکوٰۃ کی تقسیم کے نظام کا معاملہ یہ ہے کہ کہنے کو نظامِ زکوٰۃ نافذ بھی ہوگیا لیکن معاشرے میں اونچ نیچ اور فرق و تفاوت جوں کا توں ہے۔ اس کی مناسب تعبیر یہ ہوگی کہ BEGGARLY کے انداز کو ایک بہتر شکل دے دی گئی ہے۔ بھیک دینے اور خیرات بانٹنے کی جو شکل ہے وہ منظم ہوگئی ہے اس کے سوا اس کا کوئی مثبت اور خوش گوار نتیجہ ہمارے معاشرے میں نہیں آیا ہے۔ افلاس و غربت جوں کی توں ہے۔ حالاں کہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ زکوٰۃ کے ذریعہ معاشرے میں سے پہلے کام کے اہل مستحقین افراد کو روزگار یا وسائل مہیا کئے جاتے تاکہ وہ اپنے اور اپنے خاندان کے لیے خود کفیل UNIT بن جا سکتے۔

ا‍ے تقسیم زکوٰۃ کے لیے جو نظام رائج ہے اس میں بھی کافی نقائص ہیں۔ اُسے اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے بھی استعمال کیا جا رہا ہے اور "اندھا بانٹے ریوڑیاں اپنے ہی اپنے کو دے" کا معاملہ بھی کافی حد تک اس میں موجود ہے۔ (مرتب)

اسی طرح سود کا معاملہ ہے۔ اس کے متعلق حال ہی میں بڑے دعوے سے کہا جا رہا ہے کہ جلد ہی پورا سودی نظام ختم کیا جا رہا ہے تو اس کے متعلق تو نظام کو دیکھ کر ہی رائے دی جا سکے گی کہ یہ متبادل نظام کس حد غیر سودی اور اسلام کی منشأ کے مطابق ہے۔ میں کوئی ماہر اقتصادیات نہیں ہوں۔ اس معاملہ میں مجھے جن لوگوں کے دینی فہم پر اور دیانت پر بھروسہ ہے اور پھر وہ ماہرینِ اقتصادیات بھی ہیں، ان کی رائے پر اعتماد کرنا ہوگا۔ لیکن اس سے پہلے جو کچھ ہوا ہے اور تا حال ہو رہا ہے یعنی P. L. S. کا جو کاؤنٹر کھولا گیا ہے، اس کے متعلق جہاں تک ہم نے تحقیق کی ہے تو معلوم ہوا کہ وہی سود ہے اس میں سرِ مو کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف یہ ہوا ہے کہ لیبل بدل دیا گیا ہے۔ پھر آپ کو معلوم ہے کہ PRIZE BONDS کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ جاری ہے بلکہ اس میں ہر سال نئی ATTRACTION پیدا کی جاتی ہے۔ پرائز بونڈ میں نہ صرف سود INVOLVE ہے بلکہ اس میں جوئے کا عنصر بھی بکمال و تمام شامل ہے مزید برآں حکومت کی مختلف INVESTMENT CERTIFICATES کی جو اسکیمیں چل رہی ہیں اور نئی نئی جاری ہوتی رہتی ہیں ان کے متعلق تو ایک عام پڑھا لکھا شخص بھی بآسانی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ صدفی صد سودی اسکیمیں ہیں۔

اسلامی نظام معیشت و اقتصادیات کے اعتبار سے دو ہی چیزیں اہم ترین ہیں۔ ایک سود کا خاتمہ، دوسرے تحصیل و تقسیم زکوٰۃ کا نظام۔ ان کے حوالے سے اگر ہم نے لوگوں کو یہ باور کرایا کہ سود ختم ہوا اور نظام زکوٰۃ نافذ ہوگیا۔ لہٰذا اقتصادی و معاشیاتی شعبہ میں اسلام آگیا! کہنے کو تو اسلام آگیا لیکن عام لوگوں کی معاشی و اقتصادی حالت میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ معاشرے میں تو کوئی فرق و تفاوت دور ہوتا نظر نہیں آتا۔ سرِ مو کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ سنجیدگی سے اس تضاد کو دیکھیے کہ ایک طرف بڑے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ کہا جا رہا ہے کہ اسلام آگیا۔ اسلام آگیا۔ لیکن دوسری طرف منکرات کو فروغ ہو رہا ہے۔ رشوت بڑھتی جا رہی ہیں CORRUPTION میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بے پردگی اور بے حیائی بھی روز افزوں ہے اسلام آ رہا ہے لیکن عورتوں کی آزادی کی تحریک میرے نزدیک اس صدی میں جس طریقے سے ترکی میں مصطفےٰ کمال اتاترک نے چلائی تھی اور اس کے بعد بعض دوسرے ممالک میں

چلائی گئی ہے اسی سطح پر اس مارشل لار کے دور میں "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں حکومت کی سرپرستی میں چل رہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ ان تمام منکرات پر "اسلام آ رہا ہے اسلام آ رہا ہے" کا لبادہ پڑا ہوا ہے۔ اس وجہ سے یہ چیز دبی ہوئی ہے ورنہ مغربی تہذیب کے زیر اثر مساوات مرد و زن اور آزادیٔ نسواں کی تحریک ہمارے معاشرے میں پورے زور شور سے جاری ہے اور اس کی پشت پر مدد کے لیے ملک کے قومی ذرائع ابلاغ بے دریغ استعمال ہو رہے ہیں۔

اسلام آ رہا ہے اور ساتھ ہی یہ چیزیں بھی آ رہی ہیں۔ منکرات کے فروغ کا معاملہ صاف نظر آ رہا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو ثقافت اس ملک میں آج سے آٹھ دس سال پہلے تھی کیا اسی ثقافت کی آج ترویج نہیں ہو رہی! کیا اسی کی سرپرستی موجودہ حکومت نہیں کر رہی ہے! مادام نورجہاں کبھی فوٹوؤں میں جنرل محمد یحییٰ خاں کی گود میں بیٹھی نظر آتی تھی! تو اس کا استقبال بڑے اکرام و اعزاز کے ساتھ گورنمنٹ ہاؤس میں اس وقت نہیں ہو رہا! فرق و تفاوت کیا ہے! فرق صرف ایک شخص کا ہے کہ اُس کی گود میں کوئی ایکٹرس بیٹھی نظر نہیں آتی۔

الحمدللہ یہ بھی بڑی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو منکرات کی اس حد تک جانے سے محفوظ رکھے۔ لیکن اس فرق کے علاوہ سوال تو پورے رویّے کا ہے۔ سوال اس پوری ثقافت کا ہے۔ اگر ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی صدرِ مملکت کی طرف سے ایوانِ حکومت میں بڑی شان اور آن بان کے ساتھ پذیرائی ہو رہی ہو اور وہ ہو رہی ہو اس حال میں کہ ایک طرف ترویج اسلام کے دعوے ہیں۔ دوسری طرف یہ صریح تضاد ہے۔ پھر یہ بھی کہا جائے — یہ قول صدر صاحب سے منسوب تمام اہم اخبارات میں آیا ہے کہ "دیکھ لیجئے میں کٹر نہیں ہوں، اسی لیے آپ کے درمیان موجود ہوں"۔ تو نہایت ہی سوالیہ نشان ذہن میں اُبھرتا ہے کہ وہ کون سا اسلام ہے جس کے نفاذ کے عزائم کا اظہار سات سال سے بھی زیادہ عرصے سے مسلسل کیا جا رہا ہے اور بڑے دعاوی کیساتھ یہ سلسلہ جاری ہے۔[1]

---

[1] محترم صدر مملکت نے ایک ٹیلیویژن انٹرویو میں ٹی وی کے پروگرام "نیلام گھر" کے COMPILER طارق عزیز صاحب کو "مبلغ اسلام" کا خطاب مرحمت فرمایا تھا۔ (مرتب)

میں ہرگز اس وقت یہ باتیں نہ کہتا اگر یہ چیزیں کسی اور دَور میں ہو رہی ہوتیں۔ جہاں ہمارے معاشرے میں بے شمار خرابیاں چلی آ رہی ہیں، ان میں اس نوعیت کی خرابیاں بھی موجود ہیں لیکن "اسلام آ رہا ہے" کے دعووں کے ساتھ ان منکرات میں کمی کے بجائے فروغ ہونا نہایت دُکھ کی بات ہے ان منکرات میں سے کسی کو ہدف بنا کر مورچہ بندی کرنا میرے پیش نظر نہیں ہے۔ میرا مستقل موقف تو یہ ہے کہ ہم قرآن وسنت سے ماخوذ طریق کار کے مطابق اسلامی انقلاب کے لیے میدان ہموار کرتے چلے جائیں لیکن جب یہ سب کچھ ان ہاتھوں سے ہو رہا ہو، جن کا اوڑھنا بچھونا اسلام ہو، جو اُٹھتے بیٹھتے اسلام کا نام لیتے ہوں۔ جو اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم نے یہاں اسلام قائم کیا ہے، قائم کر رہے ہیں اور قائم کیے بغیر نہیں جائیں گے۔ ایسی صورتِ حال میں معاملات شدید تشویش کا باعث بن جاتے ہیں کہ یہ پیش قدمی کس سمت میں ہو رہی ہے۔ یہ اسلام کی طرف ہو رہی ہے یا اس کی مخالف سمت میں جا رہی ہے! یہ راہرو پشت بمنزل ہے یا اس کا چہرہ منزل کی طرف ہے۔ یہ فیصلہ بہرحال کرنا پڑے گا اور بات صحیح صحیح کہنی پڑے گی اس لیے کہ ایسی صورتِ حال میں خاموش رہ جانا میرے نزدیک کتمانِ حق ہے حق کا چھپا لینا ہے[1]

اسی لیے میں نے آج آغاز میں سورۂ حج کی تین آیات کی تلاوت کے بعد ایک متفق علیہ حدیث کا ایک بڑا حصہ بھی شامل کیا تھا اور آپ کو معلوم ہے کہ سند کے اعتبار سے متفق علیہ روایت سے اونچا حدیث کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اس حدیث میں ان دعدوں کا ذکر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے وقت صحابہ کرامؓ سے لیا کرتے تھے۔ اس حدیث کے راوی ہیں حضرت عبادہ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ہم نے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے" عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ "اس بات پر کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے" فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ۔ "خواہ مشکل ہو خواہ آسان ہو" وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ "خواہ ہماری طبیعت آمادہ ہو خواہ آمادہ نہ ہو اور ہمیں جبر کرنا پڑے"۔ وَعَلَى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا۔

---

[1] وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ (البقرہ نمبر ۱۴۰) "اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس کے پاس اللہ کی طرف سے (حق کی) شہادت موجود ہو اور وہ اُسے چھپائے؟"۔ (مرتب)

"اور اس بات پر کہ خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے" وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ۔" اور اس بات پر کہ ہم صاحب امر، اولوالامر سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ چھینا جھپٹی نہیں کریں گے۔ ہم اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہیں کریں گے"۔ یہ تمام مفاہیم حدیث کے اس درمیانی چھوٹے سے ٹکڑے میں شامل ہیں۔ وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔" اور اس بات پر (بیعت کی) کہ ہم حق کہتے رہیں گے۔جہاں اور جس حال میں بھی ہوں اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف کھا کر یا بددل ہو کر صحیح وحق بات کہنے سے باز نہیں رہیں گے"۔ یہ بیعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی — اور — میری بات توجہ سے سنیئے۔ اور یہ بیعت ہر مسلمان کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اگر وہ کسی درجہ میں بھی حضورؐ کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ سمجھتا ہے۔ یہ بیعت ہر مسلم و مؤمن کے دعوئ اسلام و ایمان کے مقتضیات و متضمنات میں آپ سے آپ شامل ہے۔ IMPLIED ہے۔ اگرچہ ہم اس شرف سے محروم ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں اپنا ہاتھ دے کر اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کر کے بیعت کی ہوتی لیکن ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اصولاً ہماری یہ بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ یہ ساری باتیں اور یہ سارے کام ہمیں کرنے ہوں گے جو اس بیعت کے الفاظ میں بیان ہوئے۔ اگر نہیں کرتے تو پھر ہمارا تعلق نبی اکرمؐ کے ساتھ قائم نہیں ہے۔ وہ جو علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

یہ زائرین حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں

یہی وفاداری کا معاملہ ہے جسے جواب شکوہ میں علامہ نے یوں بیان کیا ہے ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں!
یہ جہاں چیز ہے کیا! لوح و قلم تیرے ہیں

میں نے یہ بات موجودہ حکومت کے سامنے کئی مرتبہ رکھی ہے۔ شوریٰ میں یہ بات کہی ہے جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر مملکت سے ذاتی طور پر ۵ مئی ۱۹۸۳ء کی ملاقات میں عرض کی ہے جب میں شوریٰ سے اپنا استعفیٰ ان کو پیش کرنے گیا تھا۔ میں نے

ان سے عرض کیا کہ آپ نے اس ملک میں شریعت کورٹ بنائی - اتنا بڑا تاریخی کام کیا کہ یہ کورٹ تمام قوانین کی جانچ پڑتال کرسکتی ہے کہ وہ شریعت کے مطابق ہیں یا ان کا کوئی جزو یا کل کا کل، کوئی قانون شریعت کے خلاف تو نہیں ہے - پھر آپ نے اپنی صوابدید کے مطابق اس ملک کے چوٹی کے جو بھی ماہرین شریعت تھے، انہیں وہاں لاکر بٹھایا ہے کسی اور نے اُن کو آپ پر ٹھونسا نہیں ہے - آپ کا اپنا SELECTION ہے - آپ کا اپنا ہے - آپ کے اپنے پسندیدہ لوگ ہیں - ان کے علم پر، ان کے تقویٰ پر، ان کی امانت پر، ان کی دیانت پر آپ کو پورا اعتماد ہے تب ہی آپ نے انہیں اتنے اونچے منصب پر بٹھایا ہے - لیکن آپ نے یہ کیا کیا کہ عائلی قوانین کے بارے میں ان کے ہاتھ باندھ دیئے - اس قانون کے بارے میں وہ غور نہیں کر سکتے - کوئی رٹ وہ چاہے بھی تو وہ اُسے سن نہیں سکتے - ان عائلی قوانین کو کوئی چیلنج کرے تو وہاں اس کی سماعت ہو ہی نہیں سکتی - میں نے اُن سے کہا کہ "یہ کیسا عجیب معاملہ ہے - ہمارے قرآن میں اور احادیث میں، خاص طور پر قرآن مجید میں جس سے ہر دینی شغف رکھنے والا فرد واقف ہے، سب سے زیادہ تفصیلی احکام جو ملتے ہیں، وہ عائلی زندگی سے متعلق ہیں" - ملک کا سیاسی ڈھانچہ کیا ہو! اس کے بارے میں تفصیلی احکام نہیں ہیں - صرف DIRECTIVE PRINCIPLES دیئے گئے ہیں - اصول دیئے گئے ہیں - اسی طریقے سے معاشی ڈھانچہ کیا ہو - اس کے لیے بھی چند چیزیں حرام کرکے ہمارے لیے گویا کہ وہ FOUR CORNERS معین کر دیئے گئے ہیں کہ اُن سے باہر قدم نہیں رکھا جا سکتا - باقی رہا اس کا کوئی تفصیلی ڈھانچہ تو وہ آپ کو قرآن میں نہیں ملے گا - وہاں تو آپ کو راہنما اصول ملیں گے - اور اسی میں حکمت تھی، چوں کہ سیاسی اور اقتصادی اعتبارات سے ابھی زمانے میں اور ترقی اور ارتقاء ہونا تھا - اللہ کے علم میں تو تھا کہ ابھی صنعتی انقلاب بھی آنے والا ہے - صنعتی انقلاب کے بعد اس دنیا میں بالکل نئے معاشی مسائل پیدا ہو کر رہیں گے - لہٰذا تفصیلی ڈھانچہ اس وقت کے مجتہدین امت کے لیے چھوڑ دیا جائے کہ جو چیزیں حرام مطلق ہیں، ان کی حدود مقرر کر دی گئیں - باقی اب تمہیں اختیار ہے کہ اس دائرے کے اندر اندر اپنے لیے حالات کی مناسبت سے کوئی نظام تجویز کرلو - اسی طریقے سے سیاسی ارتقاء کا عمل ابھی جاری تھا -

قبائلی نظام سے آگے شہری ریاستیں، اس سے آگے مملکتیں اور اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ تصور آنا جو آج دنیا میں موجود ہے کہ STATE علیحدہ ہے۔ GOVERNMENT علیحدہ ہے۔ اس وقت تک تو ان کے مابین کوئی DIFFERENTIATION موجود تھا ہی نہیں۔ کوئی فرق و امتیاز تھا ہی نہیں۔ ریاست اور حکومت ایک شے سمجھے جاتے تھے۔ لہٰذا اس وقت سیاسی اعتبار سے بھی ہمیں کوئی تفصیلی ڈھانچہ نہیں دیا گیا۔ گویا ہمارے ہاتھ کھلے چھوڑے گئے کہ تفصیلی سیاسی ڈھانچہ حالات و ظروف کے مطابق تم بنا سکتے ہو۔ ہاں اس کے بنیادی اصولوں سے انحراف نہیں کر سکتے۔ ان میں پہلا بنیادی اصول ہے کہ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ دوسرا اصول ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ ان ہی دو اصولوں کو سورہ حجرات کے آغاز میں بایں الفاظ مبارکہ فرمایا گیا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ حاکمیت مطلقہ اللہ کی ہے۔ اللہ کی اطاعت بواسطہ رسول ہوگی۔

قانون سازی کا اختیار محدود ہے۔ مقید ہے۔ وہ اسی دائرے کے اندر اندر رہ کر کی جائے گی جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر فرما دیا ہے۔ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسولؐ کی نصوص اور واضح تصریحات سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اس دفعہ کو جو ہر دستور میں بطور رہنما اصول DIRECTIVE PRINCIPLE شامل رہی ہے نافذ العمل OPERATIVE CLAUSE بنا دیجئے کہ "NO LEGISLATION CAN BE DONE REPUGNANT TO THE QURAN AND THE SUNNAH" ——— تو ریاست اسلامی ریاست ہو جائے گی۔ پھر یہ کہ کوئی شخص بادشاہ یا آمرِ مطلق بن کر تختِ اقتدار پر نہیں بیٹھ سکتا۔ اسلامی ریاست میں لازماً اس اصول پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ۔ رہا یہ سوال کہ شورائیت کا نظام کیا ہو! تو تمدن کے ارتقائی مراحل کے مطابق کتاب و سنّت کے دائرے کے اندر رہ کر جو بھی حالات و ظروف اور ملک کے رہنے والوں کی نفسیات کے اعتبار سے بہتر اور مناسب نظام سمجھا جائے، اُسے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ تو یہ ہیں سیاسی و اقتصادی معاملات کے متعلق اصل الاصول۔ لیکن جہاں تک عائلی و معاشرتی احکام اور قوانین کا تعلق ہے تو سورہ

بقرہ کے پانچ چھ رکوع اسی موضوع پر چلتے چلے گئے ہیں۔ سورۂ نساء میں ان پر پھر بڑی تفصیلی بحثیں آئی ہیں۔ پھر سورہ مائدہ میں یہ موضوع تفصیلی طور پر زیرِ بحث آتا ہے۔ پھر سورہ نور اور سورہ احزاب کے بڑے بڑے حصے مسلمانوں کے خاندانی نظام اور معاشرتی و مجلسی زندگی کے بارے میں ہی آگے چلیے۔ پھر سورہ طلاق کا اکثر و بیشتر حصہ انہی موضوعات پر ہے۔ پھر ایک پوری سورہ، سورہ تحریم کے بھی اکثر و بیشتر حصے میں ان ہی مسائل پر گفتگو ہے۔ ان مسلمانوں کے عائلی و خاندانی نظام کے بارے میں انگریزی حکومت نے بھی یہ جرأت نہیں کی تھی کہ وہ اس کے اندر کوئی مداخلت کرے۔ اس نے بھی ان مسائل کو مسلمانوں کی اپنی صوابدید پر چھوڑے رکھا تھا۔ ہم عمل کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے، یہ بات دوسری ہے۔ ہمارے یہاں وہ بدبخت مسلمان بھی تھے جو بیٹیوں، بہنوں کا حق وراثت شریعت کے مطابق دینے کے بجائے رواج کے مطابق انہیں محروم کرتے تھے۔ لیکن ایک بدیشی اور غیر مسلم حکومت نے بھی ہمارے عائلی و خاندانی قوانین و احکام کے اندر کسی نوع کی تنسیخ عائد نہیں کی تھی ــــ یہ ہوا ہے پہلے مارشل لاء میں جو ایوب خان کا مارشل لاء تھا اور منکرین حدیث و سنت کا ہمارے یہاں جو ذہن ہے، دراصل پورا عائلی قانون اس ذہن کا مظہر ہے جس کو بالجبر نافذ کر دیا گیا۔ حالاں کہ اس دور میں ہمارے تمام مسلّمہ فقہی مسالک کے تمام جیّد علمائے کرام نے حتیٰ کہ اہل تشیع نے بھی اس قانون کی اکثر و بیشتر دفعات کو بالکلیہ خلافِ اسلام قرار دیا تھا۔ میں نے صدر صاحب سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ "آپ کا مارشل لاء اس کو تحفظ (PROTECTION) دے رہا ہے"۔ میں نے ان سے کہا کہ "میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میری رائے پر عمل کیجیے، میں تو اس کا مدعی ہی نہیں کہ میں عالم دین ہوں"! میں نہ فقیہ ہوں، نہ مفتی ہوں۔ کچھ بھی نہیں۔ میں نہ عارف، نہ فقیہ، نہ مجدّد، کچھ بھی نہیں ــــ "لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے شریعت کورٹ بنائی ہے، اس میں معاملہ پیش ہونے دیں وہاں علماء بھی اپنا موقف اور اپنے دلائل پیش کریں ــــ پرویز صاحب اور ان کے ہم نوا بھی اپنا موقف اور استدلال پیش کریں۔ دلیل اور جرح و تعدیل سے معاملہ طے ہو جائے گا۔ اس کی روشنی میں شریعت کورٹ طے کرے گی کہ عائلی قانون میں کوئی چیز خلافِ شریعت ہے یا نہیں۔"

اور شریعت کورٹ میں آپ نے ان لوگوں کو بٹھایا ہوا ہے جو آپ کے معتمد علیہ ہیں ۔ لہٰذا اس میں آخر آپ کو کیوں ہچکچاہٹ ہے آپ اُسے کیوں تحفظ دے رہے ہیں!۔"

غور کیجیے کہ تضاد کا یہ عالم ہے کہ وہ میدان جس میں تفصیلی احکام شریعت نے دیئے ہیں، اس پر تو قدغن ہے ۔ اس پر تو شریعت کورٹ بھی غور نہیں کر سکتی۔ اور وہ معاملات جن کے بارے میں شریعت میں کوئی تفصیلی احکام نہیں ہیں، ان کے بارے میں لمبی چوڑی بحثیں ہیں جو ہمارے معاشرے میں چھیڑ دی گئی ہیں —— جماعتی نظام ہوسکتا ہے یا نہیں ! سیاسی جماعتیں ہوسکتی ہیں یا نہیں ! جماعتی انتخاب ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا ! غیر جماعتی انتخاب ہوسکتا ہے یا نہیں ! یہ وہ مسائل ہیں جن کے متعلق شریعت میں کوئی واضح ہدائت نہیں ملے گی نہ کتاب اللہ سے نہ سنتِ رسول سے ۔ ان کے بارے میں واضح احکام ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔ ان مسائل پر تو لمبے چوڑے فلسفے کثرت سے تراش دیئے گئے ہیں ۔ چند دانشور حضرات ہیں جو لنگر لنگوٹ کس کر میدان میں آگئے ہیں ۔ مجھے ان کی نیت پر کوئی شک نہیں ہے ۔ اُن کی رائے ہے لیکن میں ان حضرات کی خدمت میں دست بستہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بات تو ہمیں خلافتِ راشدہ میں نظر نہیں آئی کہ وہاں کوئی پارٹی ہو —— لیکن کیا خلافت راشدہ کی ایک اور چیز انہیں نظر نہیں آئی ! یہ کہ وہاں مسلح افواج STANDING ARMY کا کوئی تصور موجود نہیں تھا کیا وہاں فوجیں تھیں ! اس طریقے سے جس طرح کی فوجیں آج ہمارے یہاں موجود ہیں ! اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہو بہو سارا وہی نظام اس ملک میں آنا چاہیئے تو پھر فوج کا بھی وہی نظام یہاں بھی لایئے ۔ اس ترمیم کے ساتھ کہ AIR FORCE اور NAVY کا معاملہ اور سپلائی نیز ذرائع ابلاغ COMMUNICATION کے محکمے برقرار رکھیے لیکن INFANTRY کا معاملہ اور CAVALRY کا معاملہ یا اور جو چیزیں ہیں ان کو چھوڑ دیجیے۔ PEOPLE ARMY بنا یئے ۔ وہاں تو ہر مسلمان اللہ کا سپاہی تھا ہر مسلمان مجاہد تھا ۔ جب ضرورت ہوتی تھی تو پوری قوم آتی تھی اور جتنے لوگوں

کی ضرورت ہوتی تھی' میدان میں نکل آتے تھے۔ آپ یہاں جبری فوجی بھرتی اور جبری فوجی ٹریننگ نافذ کیجیے۔ ہر مسلمان شہری کو فوجی بنا دیجیے۔ لیکن خلافتِ راشدہ کے دور کی یہ بات تو نظر نہیں آ رہی۔ اس کو اختیار کرنے کا کوئی مشورہ نہیں دے رہا! اس کے لیے اگر دلائل ہیں کہ زمانہ بدل گیا' نظام بدل گیا' صورتِ حال متقاضی ہے' اس دور میں مسلح افواج نہ ہوں تو DEFENCE نہیں ہو سکتا۔ صحیح دلائل ہیں تو اگر یہ دلیل اِس میدان میں کارگر ہے اور یقیناً ہے تو اس دلیل سے آپ سیاسی میدان میں کام کیوں نہیں لیتے! اِس میدان میں آپ سیاسی جماعتوں کی موجودگی اور انتخابی عمل کو تمدّنی ارتقاء اور اِس دور کا تقاضا قرار کیوں نہیں دیتے! آپ صرف سیاسی میدان کے لیے خلافتِ راشدہ کے دور کو بطور دلیل لا کر اس کی نفی کرنا چاہتے ہیں! آخر کیوں۔؟

میں اس لیے اس کی وضاحت کر رہا ہوں کہ میں نے بھی اصل میں قریباً پونے دو سال قبل جناب صدرِ مملکت کے نام خط لکھا تھا جس کا تذکرہ آ چکا ہے۔ میں نے اس میں غیر جماعتی انتخاب کی حمایت کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اُس بات سے لوگ اس مغالطے میں مبتلا ہوں کہ اس وقت جو غیر جماعتی انتخاب کی مختلف گوشوں سے حمایت ہو رہی ہے تو مَیں بھی اس کا حامی ہوں۔ لہٰذا مَیں یہ بات برملا کہتا ہوں اور اس کو ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ مَیں غیر جماعتی انتخابات کا ہرگز حامی نہیں ہوں۔ اُس وقت میں نے جو غیر جماعتی انتخاب تجویز کیا تھا تو اصل میں وہ تشکیلِ حکومت یا منتقلیٔ اقتدار کے لیے نہیں تھا بلکہ وہ اس لیے تھا کہ ملک کے سیاسی ڈھانچے اور نظام کے بارے میں فیصلہ کرنے کے مجاز صدر صاحب تنہا نہیں ہیں۔ ایک فرد اور اس کے اپنے چنے ہوئے چند رفقائے کار کو کوئی خدائی اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک آزاد ملک کے سیاسی ڈھانچے اور نظام کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کر دیں اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار بہرحال اس ملک میں بسنے والوں کو حاصل ہے۔ لہٰذا میں نے صرف اس نظام کے بارے میں طے کرنے کے لیے نہ کہ تشکیلِ حکومت کے لیے۔ انتخابات کس نہج پر ہوں! نظام پارلیمانی ہو یا صدارتی ہو! ووٹر اور امیدوار کی عمر اور اہلیت کے بارے میں کسی تبدل و تغیر کی ضرورت ہے یا نہیں! طرزِ حکومت وحدانی ہو کہ وفاقی ہو! ان مسائل کو طے کرنے کے لیے ایک نیم دستوریہ کی تشکیل کے لیے میں نے غیر جماعتی انتخاب کا طریق تجویز کیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی تجویز کیا تھا کہ جب یہ مسائل بحسن و خوبی

طے ہوجائیں تو عوام کے ان منتخب نمائندوں کے منظور شدہ اصولوں کے مطابق ملک میں جلد سے جلد انتقالِ اقتدار اور حکومت کی تشکیل کے لیے انتخابات کرا دیئے جائیں یہ انتخاب جماعتی بنیادوں پر ہی ہوسکیں گے۔ لیکن اگر آپ ۱۹۷۳ء کے دستور کے مطابق انتخابات کراتے ہیں تو فبہا۔ آپ یہ بھی کر سکتے ہیں چوں کہ اس کی پشت پر سند موجود ہے کہ اس کو ایک منتخب اسمبلی نے منظور کیا تھا۔ اسمبلی میں شامل تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے اس پر توثیقی دستخط کیئے تھے ——— اور اس طرح کچھ لو کچھ دو۔ GIVE AND TAKE کے اصول پر ایک مصالحانہ دستاویز تیار کی گئی تھی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جس شخص نے اتنا بڑا CREDIT لیا تھا، اسی نے پھر اس کو موم کی ناک بنا دیا تھا۔ اس نے بہت سی ترمیمیں کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ لیکن ان ترامیم کو CONDONE کر دیا جائے تو وہ قوم کی متفق علیہ دستاویز ہے۔ میں نے متعدد بار اپنی تقریروں میں بھی صدر صاحب کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ اگر اس ملک و ملت کی خیر خواہی کے لیے آپ کے پاس کسی بہتر سیاسی نظام کا نقشہ ہے تو آپ کو حق ہے کہ آپ اُسے پیش کریں لیکن فیصلے کا اختیار آپ کو نہیں ہے۔ فیصلہ یہاں کے رہنے والے اپنے منتخب کردہ نمائندوں کے توسط سے کریں گے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ متنازعہ فیہ نہیں ہے۔ معاملہ ہے سیاسی ڈھانچے اور نظام کا۔ اس سیاسی ڈھانچے اور نظام کو طے کرنے کے لیے غیر جماعتی انتخابات کے ذریعہ ایک GRAND ASSEMBLY تشکیل کرا لیجیے۔ اسے PEOPLE CONGRESS کہہ لیجیے، کسی اور نام سے منسوب کر لیجیے، اُسے غیر جماعتی بنیاد پر منتخب کرا لیجیے اور وہ جو ڈھانچہ اور نظام طے کرے۔ اس کے مطابق جماعتی بنیادوں پر پھر دوسرا انتخاب ہو اور وہ انتخاب تشکیلِ حکومت اور اقتدار کی منتقلی کیلئے ہو۔ میری تجویز کا اصل مفاد و مقصد یہ تھا۔

فی الوقت حکومت کی طرف سے بڑے شد و مد اور تیقن کے ساتھ کہا جا رہا ہے کہ انتخابات ۱۲ اگست ۸۳ء میں دیئے ہوئے شیڈول کے مطابق ضرور ہوں گے۔ البتہ یہ بات ابھی تک غیر واضح ہی نہیں، معمہ بنی ہوئی ہے کہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہوں گے یا غیر جماعتی بنیاد پر۔ میں کہتا ہوں کہ کسی طریق سے بھی ہوں اللہ کرے کہ سیاسی دا نتخابی عمل کسی طور پر بھی ہو جاری ہو جائے اور کوئی داخلی یا خارجی صورتِ حال اس کے راستے کی رکاوٹ نہ بن جائے۔ بہرحال اس وقت

جو کچھ بھی ہو رہا ہے یا ہونے کا امکان ہے، وہ درحقیقت میری اس پیش کردہ تجویز کے تحت نہیں ہے جو میں نے خط کے ذریعہ صدر صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی۔ بلکہ یہ نیا فلسفہ ہے جو بعض دانشوروں اور بعض علماء کے حوالے سے فضا میں پھیلا دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے ملک کے بعض قابل لحاظ عناصر میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب گھٹن اور حبس کی شدید کیفیت ہو تو جلد بارش ہونے کا قریباً یقین ہو جاتا ہے اسی طرح لمبا اوقات سیاسی طور پر گھٹن اور بے چینی کا جو ردِ عمل ہوتا ہے وہ ظہور کرتا ہے ــــ آپ کو اخبارات کے ذریعہ اس حد درجہ افسوناک واقعہ کا علم ہو گیا ہو گا جو کراچی میں سندھ میڈیکل کالج میں عین "یوم استقلال" کی تقریب کے دوران آپ کے قومی پرچم کے ساتھ ہوا ہے اور "سندھو دیش" کے حق میں نعرے لگائے گئے ہیں۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ اندرون سندھ صورتِ حال کیا ہو گی! اس ناسور نے کتنی گہری جڑیں پکڑ لی ہیں اس کا اندازہ اس افسوسناک واقع سے کیا جا سکتا ہے ــــ کراچی جیسا شہر ــــ کراچی میں رہنے والوں کے لیے تو سندھی نیشنلزم میں کوئی کشش اور جاذبیت نہیں۔ سندھی بے چارے تو اس آبادی میں آٹے میں نمک کے برابر ہوں تو ہوں۔ وہ تو خالص مہاجرین کا شہر ہے اور یہی ہمارے سندھی بھائیوں کو شکایت بھی ہے۔ لیکن اس شہر میں، اس گڑھ میں جسے بانی پاکستان قائداعظم کے مولد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور مدفن کا بھی ــــ اس شہر میں قومی پرچم کے ساتھ سندھ میڈیکل کالج میں جو کچھ ہوا ہے اور نظریۂ پاکستان کے خلاف جس طرح ہنگامہ آرائی ہوئی ہے، وہ ایک بڑے خطرے کی علامت ہے ــــ اگر یہ خبر اخبارات میں نہ آتی تو مجھے کیا پتہ ہوتا اور آپ کو کیا پتہ ہوتا ــــ اور اندرون سندھ جو کچھ ہوتا ہے اس کے متعلق یہی عرض کر سکتا ہوں کہ

قیاس کن ز گلستانِ من، بہار مرا

اس پھوڑے کی گہرائی کا اندازہ کیجئے جس کے پیپ کے یہ چند قطرے باہر آئے ہیں وہ بھی یوم استقلال کو اور کراچی جیسے شہر میں ــــ تو اس سے اندازہ کیجئے کہ لاوا کیا پک رہا ہے! ــــ یہ لاوا اندر بھی پک رہا ہے اور حالات کے مشاہدے سے اندیشہ ہوتا ہے کہ باہر کا طوفان اور سیلاب بھی آیا ہی چاہتا ہے۔

انہی خطرات کے پیش نظر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے اکثر دینی عناصر، ہمارے

علماء کرام اور دینی جماعتیں اَھْوَنُ البَلِیَّتَین کے فلسفے پر کاربند ہیں جو عموماً ایسے حالات میں ان کے سامنے رہتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے جو ہمارے معاشرے میں منکرات کے فروغ کے لیے ہو رہا ہے۔ مہر بلب ہیں۔ کیا ہاتھ کی بنائی ہوئی تصاویر کے بارے میں ان سب کی رائے وہ نہیں ہے جو میں نے پیش کی ہے۔ ! کیا اسلام میں عورت کے اصل مقام ستر و حجاب' قرن فی البیوت اور ان کے علیحدہ دائرہ کار کے متعلق کتاب و سنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ میں نے دو ڈھائی سال قبل جو اپنی رائے پیش کی تھی' کیا ان مسائل کے بارے میں ان سب کی وہی رائے نہیں ہے۔! لیکن آزادئ نسواں اور مساوات مرد و زن کے نام پر ہمارے ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے' آزاد خیال اور مغرب زدہ خواتین کو جس طرح معاشرے میں اونچا اٹھایا جا رہا ہے! کھلی چھوٹ دی جا رہی ہے! کیا ان کی رائے میں یہ سب کچھ اسلام کے مطابق ہو رہا ہے۔! لیکن وہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی خاموش ہیں ـــ کیا آئیڈیولوجی کونسل نے یہ فتویٰ نہیں دیا تھا کہ قائداعظم اور دوسرے اکابر کی سرکاری دفاتر و ایوانات میں تصاویر لگانی شرعاً صحیح نہیں ہے! اس پر کتنا عمل درآمد ہوا! کیا یہ سب کچھ ان کے علم میں نہیں ہے! ـــــ یہ بات نہیں ہے کہ ہمارے دینی عناصر' ہمارے علماء اور دینی جماعتیں ان تمام منکرات سے بے خبر اور ناواقف ہوں جو اس دور میں بڑے پیمانے پر ہمارے معاشرے میں ترویج اور فروغ پا رہے ہیں ــ لیکن ایک مصلحت ہے' ایک اندیشہ ہے۔ وہ یہ کہ اگر موجودہ REGIME ہٹ گئی جس کا سربراہ بذاتِ خود نماز اور روزے کا پابند ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے پرہیز گار ہے۔ اسلام کے نافذ کرنے کی کوششوں کا مدعی ہے۔ اگر موجودہ REGIME ہٹ گئی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا گروہ مسلط ہو جائے جو شاید ہماری ڈاڑھیاں بھی منڈوا دے۔ ہمارے دینی مدارس کی تالا بندی کرا دے۔ اس سے تو بہرحال موجودہ گروہ بہتر ہے۔ یہ اَھْوَنُ البَلِیَّتَین کا فلسفہ ہے جو موجودہ حکومت کے لیے سہارے کا موجب بن گیا ہے۔ لیکن میں ایک دوسرا خطرہ محسوس کر رہا ہوں وہ یہ کہ یہ صورتِ حال ہمارے عوام و خواص کو دین سے بالکل بدظن اور مایوس کر دے گی پھر یہاں دین کا نام لینا محال ہو جائے گا۔ حمیّت اور غیرتِ دین کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ رجال دین کو اپنے آپ کو اس عمل اور کام سے علی الاعلان بالکل علیحدہ کر لینا چاہیے۔ وہ عوام کو آگاہ کر دیں کہ اس PROCESS کے ساتھ ہماری تائید شامل نہیں ہے میں یہ واضح

طور پر عرض کرتا ہوں کہ اسلام کی ترویج ونفاذ اور اس کی ترجیحات والا معاملہ نہیں ہے ۔ اسلام کی ترجیحات تو یہ ہیں کہ اسلام کو فی الواقع اور اخلاص کے ساتھ نافذ کرنا ہے تو پہلے اُسے گھر کے نظام میں نافذ کرو۔ اس کے بعد دوسری باتوں کی باری آئے گی ۔۔۔ اسلام کی ترجیحات میں یہ مقدم ہے ۔۔۔ پھر اسلام کی ترجیحات میں اقامتِ صلوٰۃ مقدم تھی اور زکوٰۃ کا نظام مؤخر تھا۔ چلیئے زکوٰۃ کا نظام پہلے لایا گیا، اس کوتاہی کو اگر CONDONE کر دیں تو وہ جس شکل میں لایا گیا اُسے میں بیان کرچکا ہوں۔ زکوٰۃ کا نظام جس کے متعلق ہم کہتے رہے ہیں کہ تمام معاشی مشکلات کا حل ہے ۔ جو معاشرے میں غیر معمولی معاشی فرق وتفاوت کو دُور کرنے والا نظام ہے ۔ یہی زکوٰۃ ہمارے اقتصادی نظام کا سب سے بڑا ستون ہے ۔ لیکن اس کا ہمارے معاشرے میں عملاً جو نتیجہ پیدا ہوا ہے وہ آخر کون سی آنکھ ہے جو اُسے نہیں دیکھ رہی! کون سا حساس انسان ہے جو اُسے محسوس نہیں کر رہا! تو یہ صورتِ حال نظام زکوٰۃ سے بدظن کرنے والی ہے ۔ زکوٰۃ کی برکات کی قائل کرنے والی تو نہیں ہے۔

میں اس ضمن میں ایک اور بات بھی کہنے کی اجازت چاہتا ہوں ۔ اس سلسلہ میں بہت عرصے تک میرے ذہن میں اشکال رہا کہ آخر وجہ کیا ہے! جب کہ ایک بات بر وقت کہہ بھی دی گئی ۔ آخر صدر صاحب کو مجھ سے کوئی حسنِ ظن تھا کہ انہوں نے پہلی علماء کنونشن کے انعقاد سے دو روز قبل مجھے ایک خصوصی اجلاس میں بلایا تھا۔ جس میں، میں نے اور باتوں کے ساتھ زکوٰۃ آرڈیننس کے متعلق بات بھی کہی تھی ۔۔۔ یہ ۸/ اگست ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے ۔۔۔ اس اجلاس میں، میں نے اللہ کا واسطہ دے کر یہ عرض کیا تھا کہ آپ زکوٰۃ آرڈیننس پورے کا پورا واپس لے لیں ۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ زکوٰۃ لوگوں کو اپنے اپنے طور پر ادا کرنے دیجئے ۔ جن کو زکوٰۃ دینی ہوتی ہے، وہ اب بھی دے رہے ہیں ۔ لیکن آپ اس میں یہ ترمیم نہ کیجئے گا کہ اہل تشیع کے بنک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ وضع نہیں کی جائے گی۔ اور نہ ان سے اجتماعی طور پر عشر وصول کیا جائے گا ۔ میں نے عرض کیا کہ جو لوگ زکوٰۃ اس وقت بھی اپنے طور پر بھی ادا نہیں کرتے ، وہ شیعہ ہونے کا ایک DECLARATION داخل کریں گے ۔ اور خود کو مستثنیٰ کرالیں گے اسطرح کم علم اور دین سے صحیح طور پر واقفیت نہ رکھنے والے سنیّوں کے شیعہ بننے کا دروازہ کھل جائے گا ۔ جس کا نتیجہ بہت خطرناک نکلے گا“ میں سوچتا رہا کہ اس کے باوجود کیا وجہ ہے کہ آرڈیننس میں ترمیم کی گئی اور یہ عمل جاری ہے!

اگر بتایا نہ گیا ہوتا ، ایک اندیشہ سامنے لایا نہ گیا ہوتا۔ جو بالکل درست ثابت ہوا۔ پھر جو بات اللہ کا واسطہ دے کر نہ کہی گئی ہوتی کیا اس میں کسی مغالطے کا امکان باقی تھا ! کیا اپنے جوش کے اندر کسی حقیقت کو نظر انداز کر دینے کا امکان تھا ! لیکن یہ بات اس انداز میں ان کے سامنے آ گئی ۔ پھر بھی ترمیم ہوئی ۔ اہل تشیع مستثنیٰ کئے گئے اور یہ عمل جاری ہے یہ عقدہ کھلا جب کراچی سے صدر صاحب سے منسوب ایک خبر شائع ہوئی جس میں ان کے مستقبل کے سیاسی عزائم کی نشان دہی موجود ہے ـــــ معلوم ہوا کہ یہ جو سارے نظام اور اقدام ہیں درحقیقت ان کی پشت پر اپنا ایک سیاسی FACE اور IMAGE بنانا ہے۔

انہوں نے یہی بات ایک دوسرے انداز میں "شوریٰ" کے دوسرے اجلاس کی اپنی افتتاحی تقریر میں فرمائی تھی کہ " یہ شوریٰ کا قیام سیاسی عمل کا آغاز ہے ! اس طرح "شوریٰ" اقتدار میں شریک ہو گئی ہے"۔ اسی تقریر کے بعد میں نے "شوریٰ" سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا ـ میں نے اسی اجلاس کے دوران صدر صاحب سے ملاقات کا وقت مانگا تھا مجھے اس وقت تو ملاقات کا موقع نہیں ملا ۔ ۵ رمئی ۱۹۸۳ء کو مجھے لاہور میں گورنمنٹ ہاؤس میں یہ موقع میسر آیا جس میں، میں نے اپنا استعفیٰ بھی صدر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا اور چند ضروری معروضات بھی زبانی پیش کیں ، جن کا تذکرہ میں کر چکا ہوں۔

میں نے اس موقع پر یہ بھی عرض کیا تھا کہ میں "شوریٰ" میں گیا تھا اُسے واقعی شوریٰ سمجھ کر میں جب مسجد کے ممبر پر کھڑے ہو کر مشورے دیتا رہتا ہوں اور جب صدر صاحب ایک جمعہ میں میرے سامنے تشریف فرما تھے تو میں نے چند مشورے اُن کی خدمت میں پیش کئے تھے ۔ اس لیے کہ وہ صدرِ مملکت ہیں ۔ یہ نظام صحیح ہے یا غلط ۔ اس سے قطع نظر DEFACTO تو موجود ہے ـــــ میں نے عرض کیا کہ " آپ نے مشورے کے لیے شوریٰ قائم کی، مجھے بھی اس میں نامزد کیا تو مشورہ مانگنے والے کو دیانت سے مشورہ دینا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اسی لیے میں نے اُسے قبول کر لیا تھا ـــــ" لیکن اب آپ اسے سیاسی عمل اور اقتدار میں شرکت قرار دے رہے ہیں اور اسے یہ رنگ دے رہے ہیں کہ "شوریٰ" کے ارکان میرے POLITICAL ALLIES ہیں ۔ سیاسی عمل میں میرے اتحادی اور حلیف ہیں ۔" تو میں نے صاف عرض کر دیا تھا کہ میں یہ پوزیشن قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ بات میں نے صراحت کے ساتھ اپنے استعفیٰ میں بھی تحریر

کردی تھی۔

دنیا کو میرا یہ DECLARE مؤقف معلوم ہے کہ میں انتخابی سیاست، یا کسی نوع کی اقتدار میں شرکت کو اس نہج اور نقشے کے خلاف سمجھتا ہوں جو میرے پیش نظر ہے۔ میں جو کام کر رہا ہوں اس کا ابتدائی اور تمہیدی مرحلہ ہے وہ قرآن مجید کی دعوت اور پیغام کو پھیلانا ہے۔ اس کا فکر، اس کی حکمت، اس کا فلسفہ اتنا عام کر دیا جائے کہ لوگوں کے دلوں میں یقین والا ایمان پیدا بھی ہو جائے اور راسخ بھی ہو جائے۔ پھر اس دعوت قرآنی کے نتیجہ میں جاں نثاروں کی ایک ایسی جماعت وجود میں آجائے جو جہاد فی سبیل اللہ کے تمام مراحل طے کر کے دین کو نافذ کر سکے۔ تو میرے پیش نظر اصل کام یہ ہے۔ وقت کے سیاسی عمل میں میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتا۔ یہ رائے میری ضرور ہے کہ اس ملک میں سیاسی عمل ضرور بالضرور جاری رہنا چاہیئے ورنہ حبس پیدا ہو جائے گا۔ یہ حبس ملک کے لیے خطرناک ہے۔ حقیقی سیاسی عمل صحیح طور پر اور صحیح خطوط پر جتنا جلد جاری ہو سکے اتنا ہی ملک کے استحکام اور اس کی بقا کے لیے مفید ہے۔

یہاں ایک نہایت ضروری بات مجھے اور عرض کرنی ہے۔ مجھ سے عموماً سوال کیا جاتا ہے کہ کہ ایک طرف تم کہتے ہو کہ میں انتخابات میں حصہ نہیں لوں گا اور یہ کہ ملک میں انتخابی سیاست کے عمل کے نتیجے میں یہاں صحیح اور مستحکم مکمل اسلامی نظام آنا قریباً ناممکن ہے۔ دوسری طرف تم ملک میں انتخابی سیاسی عمل کے پر زور حامی ہو تو یہ تضاد (CONTRADICTION) ہے۔ میں نے اس کی ہمیشہ وضاحت کی ہے کہ یہ دونوں چیزیں بالکل علیحدہ ہیں۔ خلط بحث نہ کیجیئے۔ اس کی مثال میں یہ دیتا رہا ہوں کہ ایک ہے انسان کا زندہ رہنا۔ ایک ہے اس کا مسلمان بننا۔ یہ دونوں چیزیں علیحدہ ہیں۔ زندہ رہنے کی ضروریات کیا ہیں! کہ اُسے ہوا ملے، پانی ملے، کھانے کو غذا ملے۔ اس میں سے کوئی چیز بھی اگر اُسے نہیں ملے گی تو وہ مر جائے گا۔ مسلمان ہونے کے لیے اُسے ایمان چاہیئے۔ اللہ پر ایمان، رسول پر ایمان، قرآن پر ایمان، آخرت پر ایمان۔ یہ دونوں چیزیں بالکل علیحدہ ہیں۔ آپ اگر زندہ رہنے کے لیے ایمان کی بات کہیں شروع کر دیں گے تو وہ غریب مارا جائے گا۔ اُسے زندہ رہنے کے لیے غذا کی ضرورت ہے، اُسے زندہ رہنے کے لیے ہوا اور پانی درکار ہے۔ مسلسل حبس ہو گا اور بھوکا بھی رہے گا تو وہ مر جائے گا۔ اسی طریقے

ہے ایک ملک کی بقا کے لیے اس دور میں جس میں ہم سانس لے رہے ہیں — اگر آج سے دو ہزار سال پہلے کا ملک ہوتا۔ کوئی قبائلی نظام چل رہا ہوتا تو ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ جو آج کی دنیا میں معروف بن گئی ہیں —— لیکن جس دور میں ہم سانس لے رہے ہیں، اس میں اس ملک کی بقا کے لیے۔ اس ملک میں رہنے والوں کا اطمینان — ان کا ان کا یہ احساس کہ ملک کے معاملات میں، اس کے انتظام و انصرام میں ہماری بھی رائے شامل ہے، ہمارا بھی اس میں عمل دخل ہے، ہماری بات بھی سُنی جاتی ہے، ہمارے حقوق بھی محفوظ و مامون ہیں —— یہ سب کچھ اگر نہیں ہوگا تو جس طرح انسان بغیر ہوا، پانی، غذا ہلاک ہو جاتا ہے —— اسی طرح ایسا ملک باقی نہیں رہتا، ختم ہو جاتا ہے یا وہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا ہے — یہ حادثہ مشرقی پاکستان کی علیٰحدگی کی صورت میں رونما ہو بھی چکا ہے۔ یا براہِ راست کسی طاقتور ملک کے زیرِ اثر چلا جاتا ہے۔ اور اسے اپنے خارجی، داخلی، معاشی نظام حتیٰ کہ دفاعی امور میں اس ملک کی بالادستی قبول کرنی پڑتی ہے۔ اور راس کا اپنا ذاتی وقار اور ذاتی اختیار دھیلے کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا۔ باقی رہا معاملہ یہ کہ ہمیں اپنے اس ملک میں حقیقی اور صحیح اسلامی نظام قائم و نافذ کرنا ہے —— اس کے لیے ضرورت ہے کہ اس ملک کے رہنے والوں کو حقیقی ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جائے —— اور حقیقی ایمان کا منبع و سرچشمہ ہے قرآن حکیم —— لہٰذا میں اور میرے ساتھی نوا اپنی توانائیاں، اپنی صلاحیتیں قرآن حکیم کی تعلیمات کو پھیلانے میں لگا رہے ہیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک یہی واحد ذریعہ اور راستہ اس ملک کو حقیقی اسلام کی طرف لانے کا ہے۔ باقی رہا اس ملک کے استحکام اور بقاء کا مسئلہ — تو جیسا کہ میں نے عرض کیا اس کے لیے سیاسی عمل اور انتخابی عمل کا جاری رہنا ضروری ہے۔ میری اس بات پر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو وہ تضاد آپ کو ہرگز نظر نہیں آئے گا جو بادی النظر اور بظاہر احوال محسوس ہوتا ہے۔

آج جو چند باتیں میں نے عرض کی ہیں —— باتیں تو اور بھی بہت سی ہیں —— یہ ایک طویل داستان ہے —— آج کی تقریر آپ نے ناقدانہ بھی محسوس کی ہوگی اور اس میں کچھ تلخی بھی — میرزا غالب کے اس شعر کے مصداق ؎

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی پہ معاف　　آج پھر درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

آپ حضرات جانتے ہیں کہ میں اس نوع کی تقاریر سے شعوری طور پر گریز کرتا ہوں لیکن ایک تو بدعات و منکرات کے فروغ کے فوری مشاہدے کا ردِّعمل ہے اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ محسوس ہو رہا ہے کہ وہ وقت جلد یا بدیر آکر رہے گا جب چار و ناچار کسی نہ کسی درجے میں سیاسی گہما گہمی کی اجازت دے دی جائے گی تو میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ موقف واضح ہو جائے اور ریکارڈ پر آجائے کہ اسلام کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسلام کی خیر خواہی نہیں ہے ــ موجودہ اربابِ اقتدار اس ملک کی بقا کے لئے، اس کے خیر کے لئے، اس کے استحکام کے لئے اپنی صواب دید کے مطابق جو کچھ کر رہے ہیں، کریں لیکن اگر "اسلام" کا نام جس شدّ و مد کے ساتھ موجودہ ــــــ REGIME کی طرف سے لیا جا رہا ہے تو اسلام کی اپنی ترجیحات ہیں۔ انہیں اس REGIME کو تسلیم کرنا ہوگا۔ ان پر خود بھی عمل کرنا ہوگا اور لوگوں سے بھی عمل کرانا ہوگا۔ پھر اسلام نے کس چیز کو مقدّم رکھا ہے اور کس چیز کو مؤخر۔ اس کو سامنے رکھ کر چلنا ہوگا۔ پھر یہ کہ کُل کا کُل اسلام لانا ہوگا۔ اگر جزوی لیبل لگا کر ڈھنڈورا پیٹ دیا گیا کہ اسلام آگیا ہے، اسلام آگیا ہے جبکہ اس کی عملی برکات کا دور دور بھی پتہ نہیں تو اس سے شدید اندیشہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کو بہت بڑا نقصان پہنچے گا ــــــــــــ اس ملک کی بقا اور استحکام کے لئے صرف ایک ہی مثبت اساس و بنیاد ہے اور وہ اسلام ہے اور جب تک بھی اسلام کی آس رہے گی تب تک سانس بھی چلتا رہے گا ــ "جب تک سانس تب تک آس" ــ اسی طرح جب تک آس رہتی ہے اس وقت تک سانس بھی چلتا رہتا ہے ــ لیکن اگر خدانخواستہ یہاں اسلام کے نفاذ کی آس بھی ختم ہوگئی اور عوامی سطح پر اسلامی نظام سے مایوسی اور بددلی پیدا ہوگئی تو پھر ہماری عاقبت کی بربادی اور تباہی تو ہے ہی ــ اس ملک کی بربادی اور تباہی بھی یقینی ہے۔ لہٰذا میرے اور میری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کر دیں کہ ہم نہ کسی کے سیاسی حلیف ہیں اور نہ ہم کسی کے سیاسی حریف ہیں۔ جو عمل یہاں چل رہا ہے یا جلد یا بدیر کھلم کھلا چلنے والا ہے تو اس میں ہم کسی نوع کا حصّہ نہیں لیں گے۔ البتّہ ان شرائط کے ساتھ ووٹ دے سکیں گے جن کا ذکر میں کر چکا ہوں۔

اگر لوگوں میں سیاسی شعور ہے تو ایک وقت آئے گا کہ وہ اپنے حقوق حاصل کرلیں گے۔ لیکن اللہ کے لئے اسلام کے نام کو اس طرح اور اس طرزِ عمل کے ساتھ استعمال نہ کیجئے

کہ جو اختیار کیا ہوا ہے۔ یہ وہ روش ہے جو عوام کو اسلامی نظام سے بالکل بدگمان کردے گی، بدظن کردے گی، مایوس کردے گی اور اس سے ان خطروں کے لئے فضا ہموار ہوجائے گی جو ہماری سرحدوں پر منڈلا رہے ہیں۔ ایک طرف سرخ سامراجی سیلاب ہے جو افغانستان پر فوج کشی کے نتیجے پر ہماری مغربی سرحدوں میں درّۂ خیبر تک پہنچ گیا ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً آتے ہیں بمباری کرکے چلے جاتے ہیں اور ہم ان کے ناظم الامور کو بلاکر اپنا ایک احتجاج رجسٹرڈ کرادیں اس کے سوا ہم کچھ نہیں کر پا رہے۔ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کی جرأتیں اور بڑھیں ۔۔۔ وہ کیا دیکھ رہے ہیں، ان کے اندازے کیا ہیں! وہ کس موقع کی تاک میں ہیں، کس امید میں ہیں! یہ معاملہ علیحدہ ہے۔ اسی طرح ہماری ہندوستان سے ملنے والی سرحدوں پر برہمنی سامراج تاک لگائے بیٹھا ہے جس نے ذہناً آج تک پاکستان کا قیام قبول نہیں کیا۔ وہ بھی کن حالات کا منتظر ہے! میں ان بحثوں اور قیاس آرائیوں میں پڑنا نہیں چاہتا۔ پھر ان کا بین الاقوامی سیاسی مسائل اور ہماری خارجہ پالیسی سے تعلق ہے۔ لہٰذا اس پر گفتگو غیر ضروری ہے۔

دوسرا خطرہ ہے وہ لاوا جو اندر ہی اندر پک رہا ہے۔ خاص طور پر سندھ اس کا بہت بڑا مرکز ہے۔ میں پہلے بھی کسی موقع پر عرض کرچکا ہوں کہ صوبہ سرحد کا معاملہ اب اتنا تشویشناک نہیں رہا ہے ۔۔۔ بلوچستان کا مسئلہ بھی اس وقت اتنا خدشہ والا اور اتنا خطرناک نہیں ہے ایک تو اس لئے کہ وہاں کی آبادی بہت کم ہے، دوسرے یہ کہ وہاں مڈل کلاس نہیں ہے جو علاقائی تحریکوں سے متاثر ہوتی ہے اور اس میں فعال کردار ادا کرتی ہے۔ وہاں یا تو بہت غریب لوگ ہیں یا اونچے اونچے قبائلی سردار ہیں تیسرے یہ کہ وہاں سرداروں کا اثر کچھ کم ہوگیا ہے۔ چوتھے یہ کہ سابقہ حکومت کے دور میں بلوچستان میں ترقیات کا جو عمل شروع ہوا تھا، موجودہ حکومت کے دور میں بہت آگے بڑھ کر یہ کام ہوا ہے۔ وہاں پر سماجی بہبود کا کام، معاشی اصلاحات کا کام۔ وہاں ترقیاتی اسکیموں پر مناسب منصوبہ بندی اور توجہ کے ساتھ کام ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے وہاں ایک عام آدمی کے لئے روزگار کی فراہمی کا میدان کافی وسیع ہوگیا ہے۔ اس میں بیشتر افراد مصروف ہوگئے ہیں لہٰذا وہاں پہاڑوں پر چڑھنے کا اب اندیشہ نہیں ہے۔ اس کا بہت سا کریڈٹ موجودہ حکومت (REGIME) کو جاتا ہے، جس کی ہمیں تحسین

کرنی چاہیئے۔ وہاں اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ باہر سے ہے۔ اندر سے نہیں ہے۔ میں جتنی مرتبہ بھی وہاں گیا ہوں یہ اطمینان لے کر آیا ہوں ـــــــ لیکن میں واضح طور پہ آگاہ اور خبردار کرنا اپنا قومی فریضہ سمجھتا ہوں کہ سندھ اس وقت ایک بہت بڑا آتش فشاں بنا ہوا ہے ایک مرتبہ وہ کسی حد تک پھٹ کر سامنے آچکا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ اس وقت معاملہ لوئر سندھ تک محدود رہا تھا۔ اپر سندھ تک وہ نہیں آیا تھا۔ اب اگر خدانخواستہ اپر سندھ بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو بہت خطرناک اور خوفناک صورت بن سکتی ہے۔ لوئر سندھ میں ہماری لائف لائن سرحد کے قریب نہیں ہے۔ یہ اپر سندھ ہے جس میں وہ لائف لائن بھارت کی سرحد کے بہت قریب ہے۔ اندرا گاندھی بھارت میں جو اقدامات کر رہی ہے اور جس تیزی سے آمریت کی طرف جارہی ہے اس کے عزائم کو سامنے رکھیئے تو یہ خارجی خطرات ہیں جو ہماری سرحدوں پہ منڈلا رہے ہیں۔ ایسی نازک صورتحال میں اگر کوئی داخلی دھماکہ ہو گیا تو اس کے نتائج بڑے خوفناک نکلنے کے اندیشوں سے انکار ممکن نہیں ہے ـ پھر ساتھ ہی یہاں کے عوام بھی نام نہاد اسلامی نظام سے مایوس اور بددل ہو چکے ہوں اور وہ حوصلہ ہار بیٹھیں تو کتنی تباہ کن صورت حال سے سابقہ پیش آسکتا ہے اس کا تصور کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ لیکن شترمرغ کی طرح ریت میں سر چھپا لینے سے صحرا میں طوفان ٹل نہیں جاتے ـــــ ہاں اگر یہاں عوام میں کوئی مضبوط تحریک مزاحمت پیدا ہو سکتی ہے اور یہ پروان چڑھ سکتی ہے تو وہ اسلام کے نام پر ہو سکتی ہے۔ اگر ہم نے اپنے عوام کو اسلام سے بدظن کر کے بد دل اور مایوس کر کے اس کی بنیاد بھی ختم کر دی تو ہمارے پاس بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں رہ جائے گا اور اس کا غالب امکان موجود ہے کہ خطرناک اور خوفناک نتائج کا ظہور ہو جائے۔

میں نے یہ باتیں کہی ہیں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میرے پیشِ نظر نہ کسی کی شخصی مخالفت اور نہ کسی کے ساتھ شخصی یا جماعتی حلیف ہونے کا کوئی تعلق ہے۔ میرے سامنے وہ حدیث نبوی ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہ: "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" مسلمانو! تمہاری دینی ذمہ داری ہے۔ وفاداری اور خیر خواہی"۔ نصح کہتے ہیں خلوص کو۔ کوئی چیز خالص ہو گئی تو اس کے متعلق کہیں گے کہ یہ نصح کا معاملہ ہے۔ نصح کی کیفیت ہے۔ فرمایا: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ تو نصح یعنی خلوص کسی بڑی شخصیت کے ساتھ ہو گا تو اسے وفاداری کہیں گے۔

برابر کے لوگوں کے ساتھ ہوگا تو اسے خیر خواہی کہیں گے تو لفظ نصیحت کے دو مفاہیم ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ۔ "دین نام ہے وفاداری کا اور خیر خواہی کا"۔ قِیْلَ: لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ "حضورؐ سے دریافت کیا گیا، کس کی وفاداری! کس کی خیر خواہی!" نبی اکرمؐ نے فرمایا: وَلِلّٰہِ وَلِکِتٰبِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ — یہ تو ہماری وہ تین عظیم حقیقتیں ہیں، جن کے ساتھ ہمارا تعلق وفاداری کا ہے " وفاداری اللہ کے ساتھ وفاداری اس کی کتاب کے ساتھ، وفاداری اس کے رسولؐ کے ساتھ" آگے فرمایا: وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَلِعَآمَّتِہِمْ اور خیر خواہی کا تعلق مسلمانوں کے اماموں کے ساتھ جو بھی آگے چلنے والے ہیں، جو بھی اولوالامر ہیں، جن کے ہاتھ میں بھی زمام کار ہے، جو کسی وقت قوموں کی قسمتوں کے امین بن جاتے ہیں جو قوموں کے رخ کو متعین کرنے والے ہیں، ان کی بھی خیر خواہی، ان کے ساتھ بھی بھلائی چاہنے کا ایک تعلق۔ ان کو بھی صحیح بات بروقت بتاؤ، کوئی ذاتی غرض نہ ہو، کوئی ذاتی عداوت نہ ہو جو تم کو حق سے منحرف کر دے بلکہ حق بات کہو — جس کے لئے میں نے دوسری حدیث بھی سنائی تھی۔ جس میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بھی بیعت کی تھی کہ ان نقول بالحق "ہم حق کہتے رہیں گے" اَیْنَ مَا کُنَّا۔ "جہاں کہیں اور جس حال میں بھی ہم ہوں" لا نخاف لومۃ لائم" اور اللہ کے معاملے میں ہمیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ کوئی خوف ہوگا نہ اندیشہ ہوگا" تو یہ خیر خواہی لیڈروں کے ساتھ بھی، حکمرانوں کے ساتھ بھی اور عامۃ الناس کے ساتھ بھی ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ اس 'الدین النصیحۃ' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ نصائح کا حکم دیا۔ جن میں سے پہلی تین کا تعلق اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول سے وفاداری کے ساتھ ہے اور بعد کی دو کا تعلق مسلمانوں کے ائمہ اور عامۃ الناس کی خیر خواہی کے ساتھ ہے۔

آخری ایک بات میں اور بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے آغاز میں سورۂ حج کی تین آیات کی تلاوت کی تھی، اس میں آخری آیت یہ تھی:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ

عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ٥

" یہ (اہل ایمان) وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے اور انجام کار کے طور پر تمام معاملات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔"

اس آیت کا اقامتِ صلوٰۃ کے نظام کے ساتھ سرکاری طور پر بہت چرچا ہے، کافی شہرہ ہے۔ اس کا جو رخ میرے سامنے ہے وہ دورانِ تقریر میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ سوال یہ ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر کیوں ہے! اس کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف سے صرف اعراض ہی نہیں، اس کے برعکس رُخ کیوں ہے! ایسا آخر کیوں ہے! جبکہ ہمیں سیرتِ مطہرہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام سے معلوم ہے کہ جب مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ۔ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کو جب اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں تمکن عطا فرمایا تھا تو پہلے ہی دن سے سیدھی منزل کی طرف پیش قدمی ہوتی چلی گئی تھی۔ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ سب سے پہلا کام یہی کیا ہے۔ اگر قبا میں چند دن قیام فرمایا ہے تو مسجد کی بنیاد رکھ دی۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں تو سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع کیا ہے اور اقامتِ صلوٰۃ، اقامتِ جمعہ کا نظام حضورؐ نے قائم کیا ہے۔ پھر ایتائے زکوٰۃ کی باری آئی تو یہ کام یہاں پر اسی ترتیب کے ساتھ IN THE RIGHT EARNEST کیوں نہیں ہو رہا۔ یہ ترجیحات میں تغیر و تبدّل کیوں ہے! صرف سطح پر اور ظاہری طور پر کوئی کام کر کے اصل حقیقت کو نہ بدلنا یہ طرزِ عمل کیوں ہے! تو اس کا جواب مجھے اسی آیت مبارکہ سے ملا ہے۔ میں اسے آپ کے ساتھ Share کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ وہ تھے جو سخت ترین مصیبتیں جھیل کر، مصائب برداشت کر کے، آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزر کر، جان اور مال کی قربانیاں دے کر تختِ حکومت پر آئے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جنہوں نے طائف کی گلیوں میں اپنے جسم اطہر پر پتھراؤ جھیلا تھا۔ جنہوں نے شعب ابی ہاشم میں تین برس تک محصور رہ کر شدید فقر و فاقہ کی تکلیف برداشت کی تھی۔ یہ وہ صحابہ کرامؓ ہیں جو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے گئے تھے۔ ان بھٹیوں

سے گزر کر جو لوگ آئے ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو تمکن فی الارض عطا کرے اور پھر وہ اسلام نافذ کریں تو بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ اس کے برعکس کوئی شخص یا کوئی گروہ اپنی تمام مراعات کے ساتھ مسندِ اقتدار پر اچانک، حالات سے فائدہ اٹھا کر متمکن ہو جائے اور تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں آجائیں تو یہ وہ لوگ نہیں ہیں، جن کے متعلق اس آیت مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ. یہ الفاظ آئے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے لئے۔ اسی لئے اس سے پہلے فرمایا: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے تھے، ان کو جور و ستم کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ پھر ان لوگوں کے متعلق اگلی آیت میں فرمایا: اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ۔ یہ وہ لوگ تھے جو ناحق اپنے گھروں سے بے دخل کر دیئے گئے تھے اور جو اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کو صرف اللہ کے دین کے لئے چھوڑ کر آئے تھے۔ جنہوں نے دین کے لئے مصائب جھیلے تھے۔ پس اگر کوئی گروہ کوئی جماعت ان شدید مصائب کی بھٹیوں سے گزر کر، آزمائشوں کے الاؤ میں سے گزر کر آئے تو پھر یقیناً اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ پھر وہ داہنے اور بائیں نہیں دیکھے گا۔ پھر وہ مصلحتوں کو نہیں دیکھے گا۔ پھر وہ ان اندیشوں میں مبتلا نہیں ہوگا کہ یہ کروں گا تو وہ ہو جائے گا اور وہ کروں گا تو یہ ہو جائے گا۔ اس اقدام سے وہ ناراض ہو جائے گا اور اس سے یہ ناراض ہو جائے گا۔ اور مجھے تو بہرحال سب کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے ؏ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک
اس پاکیزہ ماحول کی چیزوں کو اس بگڑے ہوئے ماحول پر apply کر دینا، منطبق کر دینا درحقیقت دینِ حق کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے مجھے اور آپ کو اور موجودہ حکومت کو بچائے۔

اَقُولُ قَولِی ھٰذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

عَنْ انسؓ عَنِ النّبی صَلّی اللہ علیہ وسلم

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ

حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ

(رواہ البخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تم میں سے ایک شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

رشید جیولری ہاؤس لاہور

ٹمپل روڈ — سوہا بازار

۳۱۱۴۰ — ۳۰۴۳۳۳   ۶۴۴۳۳ — ۵۶۴۷۹

پروپرائیٹر: اے وحید

اسلام میں عملی زندگی
احادیثِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روشنی میں

آخری قسط —— ملک محمد اقبال واسد

مزدور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ "رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کردو۔" (مشکوٰۃ)

مالِ حرام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص حرام مال کمائے پھر اس میں سے صدقہ و خیرات دے اور وہ قبول کر لیا جائے۔ اس کا حرام مال اس کے لیے جہنم کے سامان کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔" (مشکوٰۃ)

مالِ حرام کا مآل حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جس گوشت نے حرام سے پرورش پائی ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔" (مسند احمد)

احتکار حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: احتکار کرنے والا (مال کو گراں قیمت پر بیچنے کے لیے روک رکھنا) خدا کی لعنت کا مستحق ہے۔" (ابن ماجہ)

فریب حضرت واثلہؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو کوئی عیب دار چیز فروخت کرتا ہے اور اس کا عیب بیان نہیں کرتا وہ اللہ کے غضب اور فرشتوں کی لعنت کا مستحق ہے۔" (ابن ماجہ)

بیوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ "رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: دنیا ساری کی ساری متاع (فائدہ اٹھانے کا سامان) ہے۔

اور دنیا کی بہترین متاع نیک کردار بیوی ہے۔" (مسلم)

حضرت حکیم بن معاویہ رضؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، کہ" میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ؐ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا جب تُو کھائے اُس کو کھلا جب تُو پہنے اس کو پہنا۔ اُس کے منہ پر نہ مارو۔ اُس کو بُرا نہ کہو" (ابن ماجہ)

حضرت ابوسعید رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ (نفل) نہ رکھے" (ابوداؤد)

حضرت اُمِّ سلمہ رضؓ کہتی ہیں کہ" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اِس حال میں وفات پائے کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی اور خوش ہو، وہ جنّت میں داخل ہوگی" (ترمذی)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھے۔ رمضان کے روزے رکھے۔ اپنی عصمت کی حفاظت کرے۔ اپنے شوہر کی اطاعت کرے اُس کو اختیار ہے کہ جنّت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجاوے" (ابونعیم)

اعزہ واقرباء

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کی روزی میں برکت اور وسعت اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے، اُس کو چاہیئے کہ وہ رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرے" (بخاری)

اولاد

حضرت جابر بن سمرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کا اپنی اولاد کو ادب کی ایک بات سکھانا ایک صاع غلّہ خیرات کرنے سے بہتر ہے" (ترمذی)

بابِ آخر

خلاصۂ دین وایمان

حضرت تمیم داری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین نام ہے خلوص ووفاداری کا — ہم نے عرض کیا کس کے ساتھ۔ فرمایا۔ اللہ کی کتاب کے ساتھ، اللہ کے رسول کے ساتھ۔

مسلمانوں کے امراء و حکّام کے ساتھ۔ اور عام مسلمانوں کے ساتھ۔" (مسلم)

مجاہدۂ نفس

حضرت فضالہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنے نفس کی خواہشات سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں نافرمانی کی راہ ترک کر دے۔" (مشکوٰۃ)

فضیلتِ علم

حضرت ابی امامہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "عالم عابد پر ایسی فضیلت رکھتا ہے، جیسا کہ مَیں تم میں سے ادنیٰ آدمی پر فضیلت رکھتا ہوں۔" (ترمذی)

معیارِ بزرگی و عزّت

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک تم سب میں سے صاحبِ عزّت وہ ہے جو تم میں سے متقی اور پرہیز گار ہے۔ فضیلت کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔" (بخاری و مسلم)

تقویٰ (پرہیز گاری)

حضرت ابوذر رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں خواہ وہ کوئی ہوں اور کسی جگہ کے ہوں۔" (مسند احمد)

حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ذکر کیا گیا کہ وہ نفل نماز، روزے، درود و وظائف میں لگا رہتا ہے۔ ایک اور آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ پرہیز گار ہے۔ آپؐ نے فرمایا نفل عبادات میں لگا رہنا پرہیز گاری کے برابر نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔" (مشکوٰۃ)

تقاضائے عقل

حضرت شدّاد بن اوس رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: دانش مند اور دُور اندیش وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے ۔۔۔ اور موت کے بعد کیلیے عمل کرے۔ اور نادان و ناتوان وہ ہے جو خواہشاتِ نفس کے پیچھے چلے اور اللہ سے بڑی بڑی اُمیدیں باندھے۔" (ترمذی)

حرام و حلال

حضرت جابر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ" نعمان بن قوقل رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے، جب میں فرض نمازیں ادا کروں اور حرام کو حرام سمجھوں اور حلال کو حلال۔ تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔" (مسلم)

نیکی و بدی

حضرت وابصہ بن معبد رضؓ نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو یہ پوچھنے کے لیے آیا ہے کہ نیکی کیا ہے اور گناہ کیا۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اپنے ضمیر سے پوچھ۔ اپنے دل سے پوچھ۔ نیکی وہ ہے جس سے نفس کو اطمینان حاصل ہو اور دل کو سکون نصیب ہو، اور گناہ وہ ہے جو نفس میں اضطراب اور دل میں تردّد پیدا کرے۔ اگرچہ لوگ اُس کے جواز کا فتویٰ دیں۔"

(مسند احمد)

بہترین لوگ

حضرت اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔" (ابن ماجہ)

دوستی

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس اُس کو دوست بناتے وقت خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنا دوست کس کو بناتا ہے۔"

مشروط اطاعت

حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معصیت و گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت صرف نیک اُمور میں ہے۔" (بخاری و مسلم)

امر بالمعروف

حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لازماً نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے منع کرو۔ ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ پھر تم اُسے پکارو گے لیکن شنوائی نہ ہوگی۔" (ترمذی)

دنیا کی قیمت

حضرت سہیل بن سعد رضؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر و

قیمت مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔"
(مسند احمد)

دنیا بہ مقابلہ آخرت

حضرت مستورد بن شداد رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ کی قسم دنیا کی حقیقت آخرت کے سامنے اتنی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی اُنگلی سمندر میں ڈبوئے۔ پھر اُسے دیکھنا چاہیئے کہ کتنا پانی اُس کی اُنگلی میں لگ کر آتا ہے۔" (مشکوٰۃ)

مسافر

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میرے دونوں شانوں کو پکڑ کر فرمایا: دنیا میں تم ایسے رہو جیسے تم پردیسی ہو یا راہ چلتے مسافر۔ (مسلم)

افلاس و ناداری

حضرت عمرو بن عوف رضؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: میں تم پر افلاس و ناداری سے نہیں ڈرتا۔ میں جس بات سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا تم پر وسیع کردی جائے۔ جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی اور پھر تم اسی طرح اُس کو چاہنے لگو جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے چاہا تھا۔ اور پھر وہ تم کو برباد و ہلاک کردے جس طرح اُس نے تم سے پہلوں کو برباد کیا۔" (بخاری)

ارادہ بھلائی

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔" (بخاری)

ازالۂ سیئات

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: مسلمان کو جو تکلیف پہنچتی ہے، خواہ وہ از قسم بیماری ہو یا رنج و غم ہو حتّٰی کہ اُسے ایک کانٹا بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدلہ میں اُس کی خطائیں معاف کرتا ہے۔" (بخاری)

بدعت

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات پیدا کی جو نئی ہے،

(اور جس کی کوئی اصل کتاب وسنّت میں نہیں ہے) وہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا مقام جہنّم ہے۔" (بخاری)

خوفِ خدا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ کے خوف وہیبت سے جس بندۂ مومن کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلیں اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم ہوں پھر وہ آنسو بہہ کر اُس کے چہرہ پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ اُس چہرہ کو آتشِ دوزخ کے لیے حرام کردے گا۔"

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا گیا۔ کس سبب سے لوگ زیادہ تر جنّت میں داخل ہوں گے۔ فرمایا خدا کا خوف اور حُسنِ اخلاق، پوچھا گیا۔ کس سبب سے لوگ زیادہ تر دوزخ میں جائیں گے، آپؐ نے فرمایا: حرام خوری اور بدکاری۔ (ترمذی)

ذکرِ الٰہی

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ "رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: کیا تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک کے نزدیک زیادہ پاکیزہ اور درجات کو بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی بہتر اور جہاد جس میں تم دشمنوں کو مارو اور وہ تم کو ماریں اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔" (ابن ماجہ)

توبہ

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔" (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے گویا اُس نے گناہ ہی نہیں کیا۔" (ابن ماجہ)

دعاء

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، دعا عبادت ہے۔" (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصیبت کے وقت اُس کی دعا قبول فرمائے، اُسے

چاہیئے کہ اپنی آسائش اور خوشحالی کے وقت کثرت سے دعا مانگا کرے۔" (مشکوٰۃ)

جامع ہدایات :

(۱) حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیا اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔ جو چیزیں اللہ نے حرام قرار دی ہیں اُن سے بچو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم بہت بڑے عبادت گذار بن جاؤ گے۔ اللہ نے جو کچھ تمہاری قسمت میں لکھا ہے اُس پر راضی و مطمئن ہو جاؤ۔ تو تم بے نیاز بن جاؤ گے۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو تم مومن کامل بن جاؤ گے۔ جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو تو تم مسلم کامل بن جاؤ گے۔ اور آخری بات یہ ہے کہ تم نہ ہنسا کرو۔ زیادہ ہنسنا دل کو مُردہ کر دیتا ہے۔" (مسند احمد)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: چار باتیں ایسی ہیں اگر وہ تم کو نصیب ہو جائیں تو پھر دنیا کے فوت ہو جانے اور ہاتھ نہ آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ امانت میں حفاظت، راست گفتاری، حسنِ اخلاق اور ذریعہ معاش میں احتیاط و پرہیزگاری۔" (مسند احمد)

(۳) حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جو باعثِ نجات ہیں۔ ایک خدا کا خوف، خلوت و جلوت میں، دوسرے سچی بات کہنا خوشی و ناخوشی میں، تیسرے اعتدال و میانہ روی خوشحالی اور تنگ دستی میں۔" (شعب الایمان)

●●●●●

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافہ اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقہ کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید : ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں جنگ کی بڑی قوّت ہے

اور لوگوں کے لیے بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲- ایمپرس روڈ - لاہور

امیرِ تنظیم اسلامی کا حالیہ دورۂ شمالی امریکہ

★ از قلم: ڈاکٹر ابصار احمد —— ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی

گذشتہ جولائی میں امیرِ تنظیم اسلامی برادرِ گرامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے شمالی امریکہ کے دعوتی دورے میں مجھے بھی شریکِ سفر ہونے کا موقع ملا۔ چونکہ پنجاب یونیورسٹی میں جس کے شعبہ فلسفہ سے میں متعلق ہوں موسم گرما کی تعطیلات تھیں اس لئے چھٹی وغیرہ کا مسئلہ درپیش نہ تھا۔ بیرونِ ملک سفر کی اجازت یونیورسٹی کی انتظامیہ نے آسانی سے دے دی۔ مجھے پچھلے سال بھی شکاگو کی ایسٹ ویسٹ یونیورسٹی کی طرف سے گرمائی تعطیلات کے دوران وہاں آنے کی دعوت ملی تھی لیکن بعض گھریلو مصروفیات کی وجہ سے پروگرام نہ بن سکا۔ چنانچہ اب اس مرتبہ اس پروگرام کو غنیمت جانتے ہوئے میں اور ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب (فیلو قرآن اکیڈمی) ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بیرونِ ملک سفر پر گئے۔ میں امریکہ چونکہ اب تک نہیں گیا تھا اس لئے ایک نئے ملک کی سیر کی فطری خواہش نے بھی اس سفر پر آمادہ کیا۔ ساتھ ہی یہ خواہش بھی تھی کہ امریکہ اور کینیڈا کے مختلف شہروں میں ہونے والے اسلامی دعوتی کاموں کو قریب سے دیکھوں۔

ہمارا پروگرام ۵ر اور ۶ر جولائی کی درمیانی شب کو ساڑھے نو بجے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور سے کراچی پہنچنے کا تھا۔ لیکن ۵ر جولائی کی سہ پہر کو بھارتی ہائی جیکر ایک ہوائی جہاز اغوا کر کے لاہور ائرپورٹ پر لے آئے تھے۔ چنانچہ ہنگامی وجوہات کی بنا پر وقتی طور پر لاہور ائرپورٹ بند کر دیا گیا اور ہماری فلائٹ ملتوی کر دی گئی۔ لیکن چونکہ ہمیں کسی وقت بھی پرواز کے لئے ائرپورٹ پہنچنے کی اطلاع مل سکتی تھی اس لئے ہم سامان وغیرہ کے ساتھ تیار قرآن اکیڈمی میں شب بیداری اور انتظار کی کیفیت سے دوچار رہے۔ خدا خدا کر کے رات کے دو بجے کراچی کے لئے پرواز کی اطلاع ملی۔ چنانچہ ہم ائرپورٹ پر پہنچے لیکن جہاز اعلان شدہ وقت سے بھی دو اڑھائی گھنٹے تاخیر سے روانہ ہوا۔ جب ہم کراچی پہنچے تو وہاں دن خوب چڑھ چکا تھا۔ ائرپورٹ سے ہمیں لینے کے لئے رفقاءِ تنظیم موجود تھے۔ نارتھ ناظم آباد میں محترم قاضی عبدالقادر (نائب امیر تنظیم برائے بیرونی ممالک) کے ہاں پہنچ کر نہائے اور چائے وغیرہ پی۔ چونکہ ۶ر جولائی جمعۃ المبارک کا دن تھا اور ڈاکٹر صاحب کا جامع مسجد الصفا، شریف آباد میں جمعہ کا خطاب رکھا گیا تھا۔ اس لئے ہم سب وقت معینہ پر مسجد پہنچ گئے۔ مسجد میں ڈاکٹر صاحب کے خطاب کو سننے کے لئے کثیر تعداد میں لوگ آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد دو تقاریر کیں۔ اسی رات

کو دو بجے کی فلائٹ سے ہمیں نیویارک کے لئے روانہ ہونا تھا لہٰذا حفظ و امان کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے ہم روانہ ہو گئے۔ ہوائی جہاز کا پہلا سٹاپ قاہرہ تھا۔ جہاں ہم نے جہاز سے اتر کر جہاز کے بالکل قریب باجماعت نمازِ فجر ادا کی۔ نماز میں ہمارے سینکڑوں مسلمان ہم سفر ساتھیوں میں سے صرف چار پانچ حضرات شامل ہوئے۔ قاہرہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز میں خرابی کے باعث وہاں سے روانگی میں تاخیر ہوگی۔ چار گھنٹے ہم نے مسلسل جہاز کے کیبن میں گزارے۔ چونکہ مسافروں کو ائرپورٹ کی لاؤنج میں سیکیورٹی گارڈز کی جانب سے اجازت نہ دی گئی۔ معلوم نہ ہو سکا کہ قاہرہ ائرپورٹ کا عملہ سیکیورٹی کے معاملے میں ایک مسلمان ملک کی ائرلائن کے ساتھ اتنا سخت رویّہ کیوں اختیار کئے رہا؟

قاہرہ کے بعد جہاز فرانکفرٹ اور پھر پیرس رکا۔ پیرس پر اترنے سے قبل جہاز خاصی نیچی پرواز کرتے ہوئے پیرس کے وسط سے گزرا اور اس طرح چودہ پندرہ سال قبل وہاں کی سیر کے دوران دیکھے ہوئے اہم مقامات پر دوبارہ نظر ڈالنے کا موقع ملا۔ مثلاً دریائے سین (Sein) اور اس کے متعدد خوبصورت پل، سیکریکر اور نوٹرے ڈیم کے کلیسا، آزادی کی آرچ اور ایفل ٹاور وغیرہ پیرس سے پرواز پر ہمارے نیویارک کے سفر کا طویل ترین حصّہ شروع ہوا۔ یعنی بحیرہ اوقیانوس کے اوپر پرواز۔ سات گھنٹوں کی طویل پرواز کے بعد جہاز نیویارک کی کینیڈی ائرپورٹ پر اتر گیا۔ ویسے تو پورا نیویارک سمندر کے عین کنارے جزیرے کی صورت میں ہے۔ لیکن بالخصوص کینیڈی ائرپورٹ پر اترتے ہوئے ایسے محسوس ہوا کہ گویا ہم بالکل سمندر میں کسی خشکی کی پٹی پر اتر رہے ہیں۔

نیویارک میں پانچ دن قیام جمیکا ہلز (کوئنز) کے علاقے میں جناب الطاف احمد صاحب کے ہاں رہا۔ الطاف صاحب نہایت شریف الطبع، نیک اور دینی جذبہ رکھنے والے ساتھی ہیں۔ آپ کا تعلق حیدرآباد دکن سے ہے اور نیویارک میں ایک ٹریول ایجنسی کا کاروبار ہے۔ الطاف صاحب ہمیں نیویارک پہنچنے کے دوسرے دن ایک نواحی جزیرے (سٹراٹن آئی لینڈ) لے گئے۔ جہاں ایک صاحب کے انتقال کے بعد ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی تقریب تھی۔ ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کے تو ڈاکٹر صاحب قائل نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کے بعد وہاں کے منتظمین نے اس اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے حاضرین کو خطاب کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ موصوف نے تقریباً ایک گھنٹے اسلامی نقطۂ نظر سے زندگی اور موت کی حقیقت اور اہمیت کے موضوع پر مؤثر انداز میں خطاب کیا۔ یہ نشست سٹراٹن آئی لینڈ کی مسجد میں ہوئی اور اس میں خواتین نے بھی شرکت کی۔ علاوہ ازیں مختلف احباب الطاف صاحب کی رہائش گاہ پر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات اور گفتگو کے لئے آتے رہے۔ ان میں بالخصوص جناب شمیم احمد صدیقی اور شمشیر علی بیگ قابلِ ذکر ہیں۔ اوّل الذکر کا تعلق جماعت اسلامی پاکستان سے رہا ہے۔ اب کچھ

عرصہ سے امریکہ میں مقیم ہیں اور وہاں کی مختلف اسلامی دعوتی تحریکوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے میں کوشاں ہیں۔ شمشیر علی بیگ صاحب کا تعاون ان کو حاصل ہے۔ جو فلشنگ کے اسلامک سنٹر کے امام اور ڈائریکٹر کے طور پر خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ آپ کا جوشِ ایمانی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سعی و جہد کا جذبہ قابلِ تحسین ہے۔

نیویارک سے ہم بذریعہ جہاز شکاگو پہنچے۔ جہاں چار روزہ قرآنی تربیت گاہ کا پروگرام وہاں کی تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کی طرف سے رکھا گیا تھا۔ تربیت گاہ کے انعقاد میں چونکہ ابھی تین دن باقی تھے۔ اس لئے ان دنوں کو ہم نے شکاگو کے دو اسلامک سنٹروں کو وزٹ کرنے میں صرف کیا۔ مسلم کمیونٹی سنٹر شکاگو ایک خاصی بڑی عمارت میں وسط شہر میں واقع ہے۔ اس کے بڑے ہال میں ڈاکٹر صاحب نے جمعہ کا خطبہ انگریزی زبان میں سورۃ العصر کے مضامین پر مشتمل دیا۔ اس سنٹر میں گرمائی تعطیلات کے دوران ہونے والا ایک یوتھ پروگرام چل رہا تھا۔ اگلے روز ایک خاص اجلاس میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو اور مجھے انگریزی میں خطاب کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ سمیع صاحب نے "قرآن کا نظریہ تخلیق انسان" اور میں نے "قرآن کا پیغام نوجوانوں کے نام" کے موضوعات پر انگریزی میں خطاب کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے سوال و جواب کے وقفے میں ہمارے اٹھائے ہوئے نکات کو مزید واضح کیا اور اس طرح یہ پروگرام نوجوانوں کے لئے انتہائی دلچسپ اور مفید رہا۔ اسی طرح کا ایک پروگرام دوسرے اسلامک سنٹر میں ہوا۔ اس سنٹر کے چاروں طرف میں وسیع سبزہ زار تھا جس کی وجہ سے پورا ماحول انتہائی پرسکون اور خوبصورت تھا۔ یہاں ڈاکٹر سمیع صاحب نے 'جہاد' اور میں نے 'مسلمانوں پر قرآن کے حقوق' پر انگریزی میں تقاریر کیں اور ڈاکٹر صاحب نے "انقلاب اسلامی کا صحیح منہاج' کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ سامعین نے بعد میں متعدد سوالات بھی کئے جن کے جوابات پورے شرح و بسط کے ساتھ دیئے گئے۔

شکاگو میں پہلے تین دن قیام جناب ڈاکٹر خورشید ملک صاحب کے ہاں رہا۔ قارئینِ میثاق پچھلے دوروں کی روئیدادوں کے حوالے سے ان سے ضرور غائبانہ متعارف ہوں گے۔ آپ انجمن اور تنظیم کی جملہ سرگرمیوں میں اپنی پیشہ ورانہ مصروفیت کے باوجود انتہائی باقاعدگی اور مستعدی سے حصہ لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کے سلسلے میں ان کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے کم ہوگا ـــــ بعد میں ہم اسلامک امریکن کالج کے کیمپس پر منتقل ہو گئے۔ جہاں قرآنی تربیت گاہ کا پروگرام رکھا گیا تھا۔ اس کالج کی پوری عمارت بشمول ہاسٹل ابھی حال ہی میں شکاگو کے مسلمانوں نے خریدا ہے۔ اس کے بورڈ آف گورنرز میں کچھ عرب اور بعض دوسرے حضرات شامل ہیں

جناب احمد سکر صاحب اس کالج کے پرنسپل ہیں۔ تربیت گاہ میں شکاگو کے علاوہ، ملواکی، نیویارک، فلوریڈا، ٹورانٹو (کینیڈا) اور بعض دوسرے مقامات سے آئے ہوئے احباب شریک ہوئے۔ خواتین نے بھی کثیر تعداد میں اس پروگرام میں شرکت کی۔ تربیت گاہ کے انتظامات بہت خوش اسلوبی سے کئے گئے تھے۔ رفقائے تنظیم جناب احمد عبدالقدیر صاحب، پیر محمد صاحب، عابد بنگالی صاحب، فردوسی صاحب اور دوسرے تمام احباب نے باقاعدگی سے تمام نشستوں میں شرکت کی۔ شام کے درس قرآن میں شہر کے دوسرے مسلمان حضرات بھی بڑی تعداد میں شریک ہوتے رہے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے فہم قرآن کے خصوصی اسلوب اور دلنشین خطاب سے مستفید ہوئے۔ تربیت گاہ کے دوران اور قبل ازیں رفقائے تنظیم کے خصوصی اجلاس بھی ہوتے رہے۔ جن میں شکاگو اور گردو نواح کے احباب کے دعوتی کام کے ضمن میں مسائل زیر بحث آئے۔ اس تربیت گاہ میں ٹورانٹو کی تنظیم کے متعدد رفقاء بھی ایک وین کے ذریعے پہنچے تھے۔ ان میں سے اکثر رفقاء نے اس میں شمولیت کے لئے اپنے دفاتر سے چھٹی لی تھی۔ ٹورانٹو کی تنظیم کے امیر جناب عبدالفتاح سے بالخصوص ملاقات کر کے انتہائی خوشی ہوئی۔

شکاگو سے روانہ ہو کر بذریعہ ہوائی جہاز ہم ٹورانٹو (کینیڈا) پہنچے۔ جہاں ہمارا قیام جناب صدیق صاحب کے ہاں رہا۔ صدیق صاحب اور رفیق تنظیم جناب طاہر پاشا صاحب نے ہمارے آرام اور خاطر مدارات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ٹورانٹو کی جامع مسجد میں پانچ دن شام کے اوقات میں پروگرام رکھے گئے تھے۔ ویک اینڈ کے ہفتہ اتوار کے دنوں میں پروگرام ظہر کے بعد شروع ہوتا رہا۔ جن میں ڈاکٹر صاحب کے دروس قرآن اور خطابات کے علاوہ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب اور میرے متعدد انگریزی میں لیکچر ہوئے۔ ایک شام کو ٹورانٹو یونیورسٹی کی مسلم سوسائٹی کی طرف سے مجھے یونیورسٹی کی یونین بلڈنگ میں لیکچر دینے کا موقع بھی ملا۔ جس میں پاکستان، بھارت، عراق اور مقامی طلباء شریک ہوئے۔ ٹورانٹو کے قیام کے دوران برادرم صدیق صاحب کی مہربانی سے ہمیں نیاگرا اور ایک سفاری پارک کی سیر کا موقع بھی ملا۔ کینیڈا کے اس علاقے کا قدرتی حسن انتہائی دلکش ہے۔

ٹورانٹو سے روانہ ہو کر چند گھنٹے شکاگو رکتے ہوئے ہم میامی (فلوریڈا) پہنچے۔ میامی کے بعض احباب کا اصرار تھا کہ ڈاکٹر صاحب وہاں کا پروگرام ضرور بنائیں۔ چنانچہ میامی کے المرکز الاسلامی میں بعد نماز مغرب ڈاکٹر صاحب کا مفصل خطاب ہوا جس میں مقامی مسلمانوں کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ ان کا تعلق مختلف ممالک سے تھا۔ اکثریت ہندوستان اور پاکستان سے تعلق رکھتی تھی۔ اگلے روز بذریعہ کار ہم اوکی چوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ اوکی چوبی فلوریڈا کے وسط میں ایک جھیل

کے کنارے چھوٹی سی بستی ہے۔ یہاں سے ڈاکٹر مظفر حسین صاحب اپنی اہلیہ اور تین بیٹوں کے ہمراہ شکاگو کی تربیت گاہ میں شریک ہوئے تھے۔ ڈاکٹر مظفر حسین صاحب نے اپنے گھر پر پاکستانی اور دوسرے مسلمان انجینئرز اور ڈاکٹروں کا ایک اجتماع عصر کے بعد رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے خطاب کیا۔ موضوع "مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں" تھا۔ بعد میں سوالات کا وقفہ بھی ہوا۔ اور رات گئے کھانے کے بعد یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔ ڈاکٹر مظفر حسین صاحب کا تعلق حیدرآباد دکن سے ہے اور اب کئی سالوں سے فلوریڈا میں مقیم ہیں۔ آپ کی دینی لگن قابل تحسین ہے۔ آپ کی اہلیہ بھی ڈاکٹر ہیں۔ پانچوں بیٹے بہت ذہین اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔ (ماشاءاللہ)

اگلے روز مظفر حسین صاحب اپنی کار پر ہمیں فلوریڈا کے ایک اور شہر اورلانڈو لے گئے۔ جہاں دن کے کئی گھنٹے ہم نے والٹ ڈزنی ورلڈ کی سیر میں صرف کئے اور شام کو اورلانڈو کے ایک صاحب کے گھر پر اجتماع سے ڈاکٹر صاحب نے خطاب کیا۔ اس کا اہتمام پروگرام کے تحت پہلے سے کر لیا گیا تھا۔ اگرچہ صرف ٹیلیفون سے ہی احباب کو اطلاع دی گئی تھی اور کوئی باقاعدہ ہینڈبل یا اشتہار چھاپا نہیں گیا تھا۔ پھر بھی خاصی تعداد میں احباب وہاں موجود تھے۔ اگلے روز دس پندرہ میل دور واقع ڈزنی ورلڈ آکر باقیماندہ حصہ دیکھا۔ یہاں کی اکثر نمائشیں انتہائی عمدہ، دلچسپ اور معلوماتی ہیں۔ موسم گرما میں شائقین کا یہاں اتنا ہجوم رہتا ہے کہ ہر روز ایک میلے کا سا سماں نظر آتا ہے۔ بعدِ عصر طویل مسافت کے بعد ہم ٹمپا پہنچے جو فلوریڈا کا ہی ایک شہر ہے۔ اور میامی کے مخالف سمت میں سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یہاں کے اسلامک سنٹر کے منتظمین کو ڈاکٹر مظفر حسین صاحب نے ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے دے رکھی تھی۔ مغرب کے بعد ڈاکٹر صاحب کا خطاب بزبان انگریزی شروع ہوا جو اڑھائی گھنٹے جاری رہا۔ بعد میں سوال وجواب کا سلسلہ بہت طویل ہو گیا۔ چنانچہ وہاں سے تقریباً بارہ بجے شب روانہ ہو کر پونے تین بجے صبح واپس اورلانڈو پہنچے۔ تھوڑا سا کھانا کھا کر فوراً سو گئے کیونکہ ہمیں اگلے دن میامی کا سفر کر کے وہاں سے فلائٹ پکڑنی تھی۔ میامی کے ہوائی اڈے پر مظفر حسین صاحب اور کئی دوسرے ساتھیوں نے ہمیں الوداع کہا۔

فلوریڈا کے اس مفصل اور تھکا دینے والے سفر کے بعد ہم نے ایک دن واشنگٹن اور بالٹیمور میں گزارا۔ واشنگٹن ۔ بالٹیمور کے ہوائی اڈے پر ہمیں ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب لینے آئے ہوئے تھے۔ ائرپورٹ سے خاصے فاصلے پر واقع مشتاق صاحب کے انتہائی خوبصورت بنگلے پر چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد ہم بالٹیمور کی جامع مسجد میں گئے۔ اس جگہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے چار پانچ سال قبل عید الفطر کی نماز پڑھائی تھی۔ لیکن اس وقت وہ اجتماع صرف ایک کھلے میدان میں ہوا تھا۔ اب اسی جگہ ایک شاندار جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔ مسجد کو بارونق دیکھ کر

از حد مسرّت ہوئی۔ یہاں بھی ڈاکٹر صاحب نے مختلف النسل اور مختلف الالوان سامعین کے سامنے "دینی ذمّہ داریوں کا جامع تصوّر" کے عنوان پر انگریزی میں سیر حاصل تقریر کی۔ رات گئے واپسی ہوئی۔ اگلا دن جمعۃ المبارک تھا۔ صبح کا وقت ہم نے واشنگٹن کی سیر میں گزارا۔ نماز جمعہ واشنگٹن کے اسلامی سنٹر میں ادا کی۔ یہاں مسلمانوں کا باہمی افتراق دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ ہمارے ایرانی اور کچھ دوسرے سیاسی اختلافات رکھنے والے مسلمان بھائی سنٹر سے باہر سڑک کے دوسری جانب فٹ پاتھ پر نماز جمعہ ادا کر رہے تھے۔ اور ایک میگا فون کے ذریعے لوگوں کو اپنی صفوں میں شامل ہونے کی دعوت دے رہے تھے۔

نماز جمعہ کے بعد دو ڈھائی گھنٹے ڈاکٹر صاحب جناب کوکب صدّیق کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ اور ہم ڈاکٹر مشتاق صاحب کے ساتھ واشنگٹن کے کچھ دوسرے اہم مقامات دیکھنے نکل گئے۔ بعد ازاں مشتاق صاحب کے گھر واپسی ہوئی۔ ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد ہم ائرپورٹ پہنچ گئے۔ یہاں سے ہم جہاز پر سوار ہو کر شکاگو گئے۔ وہاں پر ڈاکٹر صاحب اور ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو اترنا تھا۔ اور مجھے اور میرے بھتیجے عزیزم محمد سعید اسعد کو لاس اینجلز کے لئے سفر جاری رکھنا تھا۔

اس طرح تقریباً تین دن ہم ڈاکٹر صاحب سے علیحدہ رہے۔ لاس اینجلز میں سیر کے دوران اولمپک گیمز کے سلسلے میں پاکستان اور ہالینڈ کے درمیان ہاکی میچ دیکھنے کا اتفاق بھی ہوا۔ ازاں بعد عزیزی سعید اسعد اور میں لاس اینجلز سے ڈائرکٹ فلائٹ کے ذریعے نیویارک پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو شکاگو مزید قیام کے لئے چھوڑ کر واپس نیویارک پہنچ گئے۔ امریکہ کے دورے کے ان آخری چار دنوں میں نیویارک کے علاقہ فلشنگ کے علاوہ نیوجرسی اور بعض دوسرے اسلامک سنٹر اور مساجد میں ڈاکٹر صاحب کے دروسِ قرآن ہوتے۔

ہمیں پاکستان سے نکلے ہوئے ایک ماہ سے زائد عرصہ ہو چلا تھا۔ چنانچہ اب واپسی کی جلدی تھی۔ ۸ اگست کی شام کو جناب الطاف احمد صاحب اور متعدد دوسرے رفقاء نے کینیڈی ائرپورٹ پر ہمیں الوداع کہا۔ جہاز چند گھنٹوں کی تاخیر سے روانہ ہو کر پیرس پہنچا۔ یہاں سے ہم ایک دوسری فلائٹ کے ذریعے لندن پہنچے۔ لندن میں چار دن جناب صہیب حسن صاحب خلف مولانا عبدالغفار حسن مدظلہٗ کے ہاں قیام رہا۔ ان چار دنوں میں انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے کئی پروگراموں کا اعلان کیا ہوا تھا۔ جمعہ کے لئے ڈاکٹر صاحب برمنگھم تشریف لے گئے۔ لندن میں کئی اجتماعات سے خطاب کیا۔ جن میں ایسٹ لندن مسجد اور ریجنٹ پارک کے اسلامک سنٹر کے خطابات قابلِ ذکر ہیں۔ اسلامک سنٹر میں ڈاکٹر صاحب کی تقریر کا عنوان "اسلامی انقلاب کا صحیح منہاج — اسوۂ رسول ؐ کی روشنی میں" تھا۔ ہوا یوں کہ انہی دنوں لندن کی مسلم انسٹی ٹیوٹ (جس کے ڈائریکٹر جناب کلیم صدیقی صاحب

بقیہ صـــ ۸۹

افکار و آراء

راستہ چھوڑ دیجئے — اسلام آ رہا ہے!!

دیکھیئے پلتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض　　اِک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

حکیم عبدالرحمن خلیق خطیب بدوملہی

حسین ملاقات گذشتہ دنوں سی ایم ایل اے سیکرٹریٹ راولپنڈی میں صدر مملکت پاکستان جنرل ضیاء الحق سے پاکستان کے بہت سے فلمی ستاروں اور ستارہ شناسوں نے ساڑھے سات گھنٹے تک طویل ملاقات کی۔جس کی تفصیل بتاتے ہوئے روزنامہ نوائے وقت نے لکھا ہے:

"صدر (ضیاء الحق) کے ساتھ اجلاس میں فلمی صنعت سے بابرہ شریف شمیم آرا، شبنم، سنگیتا، انجمن، نورجہاں، یاسمین خان، محمد علی، ندیم، مصطفیٰ قریشی، سلطان راہی، روبن گھوش، انور کمال پاشا، سرور بھٹی، ڈبلیو زیڈ بھٹی، شوکت حسین رضوی، علی اعجاز، سجاد گل اور بدر منیر نے شرکت کی"　(نوائے وقت ۱۷ جولائی ۱۹۸۴ء)

سبحان اللہ ؎

امیر جمع ہیں احباب حال دل کہہ لے　　پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے!

خسارہ اور دلاسا فلم "حیدر علی" کے پروڈیوسر راجہ غضنفر علی نے صدر کو بتایا کہ انہوں نے یہ تاریخی فلم بنائی تھی لیکن انہیں ۱۴ لاکھ روپے کا خسارہ ہوا۔ صدر نے انہیں یقین دلایا کہ اس سلسلہ میں وہ کچھ مالی اقدام کریں گے (انشاء اللہ العزیز)۔ٹھیک ہے ؎

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں　　طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

ملکۂ ترنم کی پذیرائی میڈم نورجہاں نے صدر سے ملاقات کے لئے وقت مانگا تو صدر نے ان سے کہا۔ آپ سے تو ذاتی تعلق ہے۔ آپ فی الحال (ہمارے) گھر (تشریف لے) جائیں۔ جہاں بیگم (ضیاء الحق) صاحبہ آپ کی منتظر ہیں (حوالہ مذکور) آخر ذوق بھی تو کہہ گئے ہیں ؎

اے ذوق کبھی ہمدم دیرینہ کا ملنا　　اچھا ہے ملاقات مسیحا و خضر سے!!

چنانچہ دیگر اداکاراؤں کے ساتھ میڈم نورجہاں کو بیگم صاحبہ کے پاس بھیج دیا گیا۔(حوالہ مذکور) میرزا غالب نے شاید ایسے ہی کسی موقع پہ کہا تھا۔

وہ آئیں گھر یہ ہمارے خدا کی قدرت ہے   کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

غلط فہمی دُور ہو گئی | اداکارہ بابرہ شریف نے کہا (صدر صاحب!) جب آپ نئے نئے آئے تھے، تو (آپ کے تیور دیکھ کر) ہمیں کہا گیا کہ اب تمہیں برقعے پہننے پڑیں گے۔ فلمیں بند ہو جائیں گی اور پابندیاں لگ جائیں گی، لیکن آج جب کہ پہلی بار آپ سے ملاقات ہوئی ہے تو (آپ کو اپنی شنید کے بالکل مختلف دیکھ کر) یہ تاثر ختم ہو گیا ہے۔ (الحمد للہ)

صدر مملکت نے کہا - اب بابرہ شریف کو پتہ چل گیا ہے کہ میں اتنا کٹر خیالات کا نہیں ہوں۔ (حوالہ مذکورہ)

گویا صدر صاحب کا مطلب یہ تھا کہ ؎

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی   یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

گل و بلبل کی سرگوشیاں | یہ ملاقات جو سی ایم ایل اے سیکرٹریٹ میں ہوئی اور شام کے پانچ بجے تک (پورے سات گھنٹے اور بروایت دیگر ساڑھے سات گھنٹے) جاری رہی۔

صدر مملکت نے خندہ پیشانی کے ساتھ ہر فرد کی بات کو سنا۔ صدر نے مختلف تقاریر کے نوٹس بھی لئے اور اپنی ڈیڑھ گھنٹہ کی (جوابی) تقریر میں (تقریریں کرنے والے فلمی ستاروں اور ستارہ شناسوں کے) نام لے (لے کر ان کے (اٹھائے گئے نکات کے) جواب دیئے۔

بعض نکات پر موقع پر ہی احکامات جاری کئے (حوالہ مذکورہ)

اب اس مرحلہ پر اگر فلمی ستارے یہ شعر گنگنانے لگیں تو وہ حق بجانب ہی ہو گا کہ ؎

قرض کی پیتے تھے مے اور دل میں کہتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

صدر کا احساس ذمہ داری | صدر (ضیاء الحق) نے فلموں کا معیار بلند کرنے کے لئے بھارت کے پونہ انسٹی ٹیوٹ کی طرز پر پاکستان میں بھی ایک فلمی اکیڈمی کے قیام پر زور دیا۔ (حوالہ مذکورہ) بڑا مبارک عزم ہے بلکہ

اے وقت تو خوش باد کہ وقتے ما خوش کر دی

صدر ضیاء الحق کا فتویٰ | صدر نے صحیح اور صاف ستھری (؟) فلموں سے ہونے والی آمدن کو رزقِ حلال قرار دیا۔ (حوالہ مذکورہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بَعَثَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ

وَالْمَزَامِیْرِ۔ (الحدیث)

(کہ مجھے میرے رب نے (دوسرے بہت سے مقاصد کے ساتھ ساتھ) باجے گاجے اور موسیقی کے آلات کو توڑ پھوڑ کر پھینک دینے کے لئے مبعوث کیا ہے)

اس حدیث پاک کی موجودگی میں کسی اسلامی مملکت کے سربراہ کا (جس نے ملک میں بہرحال اسلام کو نافذ کرنے کا عہد کر رکھا ہو) باجوں گاجوں، گھنگھروؤں اور سازندوں کے جلو میں اجنبی عورتوں اور مردوں کا بے حجاب اختلاط اور فسق صریح کو رقص و سرود کو دو آتشہ کرکے حاصل کردہ دولت کو رزقِ حلال کہنا سخت تعجب انگیز ہے۔ غریب اسلام اب اس فتوٰی پر اس کے سوا کیا کہے گا ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم　　　کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

طاؤس ورباب نہیں، جہاد

صدرِ پاکستان کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے اسلامی انقلاب کے لئے جہاد شرط ہے۔ طاؤس ورباب سے صالح انقلاب نہیں آیا کرتے۔ طاؤس ورباب قوموں کی تباہی کی تمہید اور ہلاکت کی علامت ہے۔ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے　　　شمشیر وسناں اوّل طاؤس ورباب آخر

یہ قیامت کی نشانی ہے

پاکستان کے قابلِ احترام صدر جو فلمی ستاروں میں سے ہر کسی کی بات ہی پوری خندہ پیشانی سے سن کر ان سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں، اگر ابھی تک خندگی کے اسی موڈ میں ہوں تو ہم ان کی خدمت میں ایک حدیثِ رسولؐ پیش کرکے انہیں دعوتِ عبرت دیتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن قیامت کی نشانیوں کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خبر دی کہ:

"لوگ جب مالِ غنیمت پر اپنا حق جمانے لگیں گے۔ امانت کی رقم کو لوٹ کا مال بنا لیں گے، زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھیں گے، علم صرف دنیا کے لئے حاصل کریں گے، بیٹا جب ماں پر بیوی کو حاکم بنا دے گا، مسجدوں سے جب فساد اچھلنے لگیں گے، خاندانوں کی سربراہی جب فاسقوں کو حاصل ہوگی، قیادت جب کمینوں کے ہاتھ میں ہوگی، آدمی کی عزت جب اس کے شر سے محفوظ رہنے کی غرض سے کی جائے گی، جب گانے بجانے والی عورتوں کی کثرت ہو جائے گی، سازو سرود لوگوں میں بہت رسوخ حاصل کرے گا، شراب

نوشی عام ہو جائے گی اور امت کے پیچھے آنے والے (بدنصیب) لوگ جب پہلے (بزرگوں) پر لعنت کریں گے ۔۔۔ تو جان لو کہ قیامت بس اب سر پر ہی ہے ۔ (اس) وقت اللہ کا عذاب حرکت میں آجائے گا ۔ سرخ آندھیاں چلیں گی، زلزلے آئیں گے، زمین جگہ جگہ سے دھنس جائے گی انسانوں کی صورتیں مسخ ہو جائیں گی اور آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی، یہ واقعات یکے بعد دیگرے یوں وقوع پائیں گے جیسے موتیوں کی لڑی ٹوٹ جانے سے موتی ایک کے بعد دوسرا گرنے لگتے ہیں ۔

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی)

صدرِ مملکت اگر اس حدیث پاک کی ترازو میں اپنی تازہ فراخ دلی کو تولیں گے تو وہ یقیناً اس میں اپنے لئے عبرت کے خزانے موجود پائیں گے ۔"

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

صدرِ پاکستان سے درخواست

صدرِ مملکت اگر بات سننے پر آمادہ ہوں تو ہم ان سے عرض کریں گے کہ جس طرح آپ کی پہلی آمد پر بابرہ شریف اور ان کی ہم پیشہ خواتین نے آپ کے بارے میں ایک ذہن بنا لیا تھا، ٹھیک ایسے ہی آپ کے بے شمار دعاوی آپ کی قرآن میں ڈوبی ہوئی تقریروں اور بعض دینی اقدامات کی وجہ سے پاکستان کے دینی حلقوں میں بھی آپ کے بارے میں ایک ذہن تشکیل پا گیا تھا اور اب اگرچہ آپ نے بابرہ شریف کی غلط فہمی تو دور کر دی ہے ۔ مگر پاکستان کے دینی حلقے ابھی بدستور ہی آپ سے امیدیں لگائے بیٹھے ہیں اور اپنے حسنِ ظن میں ترمیم کرنے میں متامل ہیں ۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پاکستان کے اہلِ سیاست آپ کے بارے میں اپنا حسنِ ظن دیر سے ختم کر چکے ہیں لیکن اگر آپ نے ان بابرہ شریف، نورجہاں، شمیم آرا، شبنم، انجمن اور سنگیتا نوازیوں اور فسق و فجور کے اڈوں اور ان کے چلانے والوں کو پذیرائی عطا فرما کر دینی حلقوں کو بھی مایوس کر دیا تو ظاہر ہے کہ ملک کے اندر آپ کا ایک مستقبل ایک طاقتور ملک گیر اور بے درم حمایت سے محروم ہو جائے گا ۔ اور یہ بات ملک کے لئے کوئی نیک فال نہیں ہوگی ۔

پس اگر آپ کو کعبہ پہنچنا ہے تو کعبہ کی راہ اختیار کیجیے ۔ ان سلمہ ستارہ کمپنیوں کا دروازہ کاشی کی طرف کھلتا ہے کعبہ کی جانب نہیں کھلتا ۔

آپ کی یہ فراخ دلی نہ آپ کے لئے مفید ہے نہ ملک ' اہل ملک اور اسلام کے لئے ہی مفید ہے ' اس لئے بامسلمان اللہ اللہ بابرہمن رام رام کی پالیسی سے آپ کوئی وقتی فائدہ حاصل بھی کریں گے تو قرآن پاک کے مطابق اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۔ اس پالیسی میں نفع کم ہے اور نقصان زیادہ ہے ۔

آپ کو آپ کے ملک نے اسلام کی دولت سمجھا تھا ۔ مناسب ہے کہ اپنے اہل ملک کے ہاں اپنا یہ اعزاز قائم رکھیں کہ دین و دنیا کی بھلائی اسی میں ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

(ماخوذ از ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" لاہور)

(۲)

اسلام میں عورت کا مقام

خواتین کے مشہور ماہنامہ "آنچل کراچی" میں مندرجہ بالا موضوع پر مرکزی انجمن کی جانب سے شائع شدہ کتاب پر رسالے کی مدیرہ محترمہ زیب النساء صاحبہ نے اگست کے شمارے کے اداریہ میں جو تبصرہ کیا ہے وہ درج ذیل ہے (ادارہ)

السلام علیکم ۔ اہل وطن کو جشن آزادی مبارک ہو ۔ اگست کا آنچل حاضر مطالعہ ہے ۔

ملک کے جید عالم ، خادم دین اور ماہر قرآن محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی فکر انگیز کتاب بعنوان "اسلام میں عورت کا مقام" ابھی حال ہی میں ڈاکٹر صاحب کے ذاتی[1] ادارے "انجمن خدام القرآن" سے شائع ہوئی ہے ۔ اس کتاب پر سیر حاصل تبصرہ کرنا تو چراغ کو روشنی دکھانے کے مترادف ہے ۔ البتہ میں کتاب میں دیئے گئے کچھ عنوانات پر روشنی ڈالنا چاہتی ہوں ۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے واضح ہے کہ وہ عورت اور اس کے اسلامی مقام کا احاطہ کر رہی ہے تو اس کے لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے عورت سے متعلق ہر اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت فصیح و بلیغ پیرائے میں تشریح فرمائی ہے جس کا تعلق احکام دین سے ہے ۔

---

[1] یہاں "ذاتی" کا لفظ مناسب نہیں ہے ۔ انجمن ایک رجسٹرڈ پبلک ادارہ ہے ۔ ڈاکٹر صاحب اس کے صدر مؤسس ہیں ۔ (ادارہ)

ہمارا ملک اسلامی ملک ہے۔ ہمارا دین، دین اسلام ہے اور دین اسلام ایک ایسا ہمہ گیر اور آفاقی دین اور مکمل مکتبہ ہے کہ جسے تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی دوسرے اقسام کے مکاتیبِ فکر کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ عورت ہو کہ مرد جب اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کی تو تخلیق کے ساتھ ہی ان کے فرائض اور ان کا مقام بھی خود ہی متعین فرما دیا۔ ان احکامات اور فرائض کی ادائیگی کس طرح کی جائے؟ اس کی وضاحت کے لئے اپنے قوانین سے مزین کتاب قرآن حکیم کی صورت میں ابن آدم پر نازل فرما دی۔ ساتھ ہی تخلیق میں عورت مرد کا فرق بھی سمجھا دیا۔ یہاں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ خدائے برتر نے دونوں کو مقام محمود عطا کیا ہے مگر الگ الگ!

اگر کوئی عالم دین معاشرے کی زبوں حالی کا جائزہ لیتا ہوا ہدایت کرے کہ اے عورت! تو جس مقام پر کھڑی ہے کیا یہ وہی مقام ہے جس پر تجھے تیرے خالق نے متمکن کیا؟ تو اس ہدایت سے کسی بھی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونا دراصل جہالت کم فہمی نیز دینی بصیرت اور دینی علم کا فقدان ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ عالم دین اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا۔ وہ تو صرف یاد دہانی کرا رہا ہے کہ اپنا مقام پہچانو۔ محترم تھیں، غیر محترم کیسے ہو گئیں؟ چراغِ خانہ تھیں، شمعِ محفل کیوں بن گئیں؟ چھپی ہوئی تھیں، ظاہر کیسے ہو گئیں؟ یہی وہ چند سوالات ہیں جن کے جوابات تمام خواتین کو حاصل کرنا ہیں۔ قرآن وسنّت میں اپنا مقام تلاش کرنے کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ معلوم نہیں ہے تو معلوم کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ عورت کائنات کا دل ہے۔ اگر دل ہی روشن نہ رہے تو پوری قوم اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے۔

قرانی ہدایات اور اتباعِ رسولؐ ہمارا ایمان ہے۔ اگر ہم اس سے ہٹے ہوئے ہیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ اگر ہم اپنے مقام سے ہٹ گئے ہیں تو اس مقام سے انکار تو نہ کریں جو خدائے کریم نے بخشا ہے۔

عورت کے تشخص کا مسئلہ، محض اس کی ذات کا مسئلہ نہیں بلکہ پوری قوم و ملک اور معاشرے کے تشخص کا مسئلہ ہے۔

تمام خواتین وحضرات سے گذارش ہے کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد کی اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ یہ ان خطابات کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں ڈاکٹر صاحب نے فرمائے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے وہ غلط فہمی بھی دور ہو جائے گی جو "الھدیٰ" کے موقع پر پیدا ہوئی تھی[1] جس کی وجہ سے ہم

---

[1] ٹی وی کے پروگرام "الہدیٰ" میں محترم ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر سرے سے اظہار خیال کیا ہی نہیں تھا۔ یہ مسئلہ تو موصوف کے ایک اخباری انٹرویو کے چند سوالات کے جوابات کی وجہ سے زیر بحث آیا تھا۔ "الہدیٰ" کے پروگرام میں ڈاکٹر صاحب نے ہر متنازعہ فیہ مسئلہ کو زیر بحث لانے سے اجتناب کیا ہے۔ (ادارہ)

ڈاکٹر صاحب کے بہت سے بصیرت افروز خطابات سے محض غلط فہمی اور عاقبت نااندیشی کی بدولت مستفیض ہونے سے محروم رہ گئے تھے ۔

آج یہ امر یقیناً میرے لئے اور آنچل کی قاری بہنوں اور بھائیوں کے لئے باعثِ صد افتخار و مسرت ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی نادر کتاب میں ڈاکٹر صاحب کا وہ انٹرویو بھی شامل ہے جو آنچل کے شمارہ جولائی ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اس انٹرویو کو "میثاق" کے قیمتی صفحات میں جگہ پانے کا اعزاز بھی حاصل ہے ۔ بلاشبہ میرے لئے یہ بڑا اعزاز ہے ۔

(۳)

اے میرے وطن کے عوام

تم میں سے ہر شخص خود کو مسلمان کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے اور اس معاملے میں تمہارے جذبات تمہارے قابو میں نہیں رہتے اگر کوئی تمہارے عمل کی بنیاد پر تمہارے مسلمان ہونے کی نفی کا تأثر دے تو تم آگ بگولا ہو جاتے ہو۔ مسلمان قومیت ہی کے نام پر تم نے اس ملک کی آزادی کی جنگ لڑی ہزاروں لاکھوں جانیں قربان کیں اور بے شمار مصائب سہے اور پھر "نظامِ مصطفےٰ" ہی کے نام پر تحریک چلا کر تم نے مغرور حکمرانوں کے سر خم کر دیے، جذبات کی حد تک تمہیں اسلام سے بے پناہ لگاؤ ہے ۔ اور اسلامی نظام نہ نافذ کرنے پر تم حکمرانِ وقت کو ہر وقت کوستے رہتے ہو ۔ اس معاملے میں موجودہ حکمرانوں سے ان کے کیے ہوئے وعدوں اور نعروں کی بنیاد پر تم نے انتہائی گہری توقعات وابستہ کیں لیکن تمہاری یہ توقعات پوری نہ ہوئیں جس کے نتیجے میں آج تم ان سے بددل اور برگشتہ ہو چکے ہو اور ان وعدوں کو فراڈ اور کرسی کا سہارا سمجھتے ہو تم میں سے اکثر و بیشتر اس بنیاد پر موجودہ حکمرانوں کو گالیاں دیتے ہیں اس کے علاوہ تم ہر طرح کی برائیوں، ناانصافیوں اور ظلم و ستم کی ذمہ داری حکومت کے کھاتے میں ڈالتے ہو۔ لیکن اسے میرے وطن کے لوگو! چند لمحوں کے لیے حکومت کو فراموش کر دو اور اپنے آپ میں جھانکو اور اپنے اپنے عمل اور کردار کا جائزہ لو تمہیں احساس ہوگا کہ جس طرح تم حکومت کو مجرم گردانتے ہو اسی طرح تم خود بھی مجرم ہو۔ اے حکومت کو نفاذ اسلام کے سلسلے میں فراڈ کہنے والو کبھی تم نے سوچا کہ تم خود بھی اسلام کے ساتھ فراڈ کر رہے ہو۔ بتاؤ کہ اسلام کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے ؟ قبولِ اسلام کے بعد اولین چیز جس سے ایک شخص کے اسلام اور ایمان کو پرکھا جاتا ہے کیا ہے ؟ وہ کیا عمل ہے جسے اسلام اور کفر کے درمیان وجہ امتیاز ٹھہرایا گیا ہے ؟ وہ کون سا عمل ہے جس کی بنیاد پر رسول اکرم ؐ کے زمانے میں مسلمان اور کافر کے درمیان اولین فرق ظاہر ہوتا تھا چنانچہ خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے منافق بھی اس عمل کو اختیار کرنے پر مجبور تھے ؟ وہ کون سا عمل ہے جو اسلام کا دوسرا رکن ہے ؟

وہ کون سا عمل ہے جس کا قرآن مجید میں اَسّی مقامات پر حکم دیا گیا؟ اے دعویٰ ایمانی کرنے والے اس اس ملک کے آٹھ کروڑ لوگو! اے نظامِ مصطفےٰ کے متوالو! بتاؤ کہ آج تم میں سے کتنے کروڑ افراد ہیں جو نماز کی پابندی کر رہے ہیں؟ جنہوں نے اس بنیاد پر خود کو کافروں سے الگ کر دکھایا ہے؟ بتاؤ کیا ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر نہیں ہے؟ اسلام کا دعویٰ کرنے والے اور حکومت سے اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والے باقی تمام افراد کیا اسلام کے ساتھ فراڈ نہیں کر رہے ہیں؟ بات صرف نماز ہی کی نہیں آپ روزہ کی بنیاد پر خود کو پرکھ لیں، زکوٰۃ کو پیمانہ بنا لیں۔ اگر آپ حج کو لے لیں گے' وہ بھی آج نمائش' تفریح اور عقیدت کے اظہار کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اب ذرا معاشرتی برائیوں کی طرف آؤ تم ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے ہو ایک دوسرے کو مجرم گردانتے ہو لیکن تم میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے کون سا شعبہ ایسا ہے جہاں اوپر سے لے کر نیچے تک ہر سطح پر رشوت نہیں لی جاتی لیکن رشوت لینے والا جتنا بڑا گناہگار ہے رشوت دینے والا بھی اتنا ہی گناہگار ہے اور تم میں سے کون ہوگا جو اپنے کام نکلوانے کے لیے رشوت دینے سے چوکتا ہو؟ اس لیے کہ رشوت دے کر تم خود اپنے لیے کمائی کے راستے کھولتے ہو۔ دولت اور حسب و نسب کو تم اپنا خدا بنائے بیٹھے ہو اور ان کے حصول کی جدوجہد میں تم ہر رکاوٹ کو پیسے ہی کے ذریعے دور کرنا چاہتے ہو آج کوئی سرکاری ملازم ہو یا غیر سرکاری ادارہ، دکاندار ہو یا کسی اور شعبے سے تعلق رکھنے والا شخص ہر کوئی دھوکہ دہی و جھوٹ، مکر و فریب میں ملوث ہے۔ بات فرائض کی ہو تو کوئی انہیں خلوص نیت سے انجام دینے کو تیار نہیں۔ بات رحم و کرم، ہمدردی، صلح جوئی اور شفقت و محبت کی ہو تو ہم سے ہر کوئی دوسروں کی بداخلاقی کا رونا تو روتا ہے لیکن یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ جب دوسرے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرتے ہیں تو اس وقت اس کا اپنا رویہ کیا ہوتا ہے؟ معاشرے کے بوڑھے افراد ہیں تو قبر میں پاؤں لٹکانے کے باوجود انہیں خدا یاد نہیں آرہا اور وہ اسی دنیا کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں کاش وہ سوچیں کہ موت کسی بھی وقت انہیں خدا کے حضور پیش کر سکتی ہے اور یوں وہ اپنے آخری وقت ہی میں کچھ اپنی عاقبت کی فکر کریں۔ جو متوسط عمر کے لوگ ہیں تو وہ جائیدادیں بنانے اور من و سلویٰ کی فکر میں اس طرح مشغول ہیں کہ خدا اور اس کے رسولؐ کے احکامات جاننے اور ان کی طرف توجہ دینے کی انہیں فرصت نہیں، جو نوجوان مرد ہیں تو ان کی گفتگو کا موضوع صنفِ نازک ہے اور ان کی سوچ کا محور عورت کے گرد گھوم رہا ہے۔ جہاں دو نوجوان اکٹھے ہوں گے تو وہ انتہائی گھٹیا اور فحش انداز میں جنسی اعضاء اور جنسی افعال کا ذکر کر رہے ہوں گے۔ لڑکیاں ہیں تو ان کے ذہنوں سے حیاء کا تصور ہی مٹ چکا ہے۔ آج ماں باپ اپنے بچوں اور بہن بھائیوں کو ساتھ بٹھا کر VCR سے جنسی لذت اٹھانے میں مشغول دکھائی دیتے ہیں۔ عریاں رقص دیکھتے ہوئے، اور عورت و مرد کو بغلگیر ہوتے دیکھ کر نہ باپ کو شرم محسوس

ہوتی ہے اور نہ ماں کو یہ خیال آتا ہے کہ اس کے بچوں کا ذہن کس طرف جا رہا ہے زنا اور بدکاری بہت سی جگہوں پر عام ہے اور دیکھنے والے اس پر صرف کھسیانی ہنسی ہنس کر رہ جاتے ہیں، برائی کو روکنا اور ٹوکنا تو کجا یہاں ایمان کا یہ عالم ہے کہ دلوں میں برائی سے نفرت کا احساس مٹ چکا ہے۔

اے مسلمانو! آج تمہارا مذہب کیا ہے؟ تمہارا مذہب یہ ہے کہ مؤذن جب تمہیں کہتا ہے کہ "آؤ نماز کی طرف" تو تم اذان کے الفاظ پر غور تک کرنے کی کوشش نہیں کرتے مؤذن کی آواز پر لبیک کہنا تو دور کی بات ہے۔ رمضان کا مہینہ تمہارے لیے عید کی تیاریوں کے مرحلے کے طور پر گزرتا ہے اور عید کے دن فلمیں اور VCR دیکھتے ہوئے گزرتے ہیں۔ آج تمہارا مذہب یہ ہے کہ شب برأت کو حلوے پکاؤ اور آتش بازی کرو تم بس اسی انتظار میں رہتے ہو کہ کوئی دن آئے اور تم کھانے پینے اور دیگیں چڑھانے کا انتظام کر سکو کبھی گیارہویں کا انتظار ہے تو کبھی کونڈوں کا انتظار اور کبھی عید میلاد النبیؐ کا۔ کوئی گھر میں مر جائے تو اس کے غم میں تم دیگیں چڑھا کر لوگوں کی دعوت کرتے ہو، موت کے دن بھی، سوئم کو بھی، جمعرات کو بھی اور چالیسویں پر بھی۔ امام حسینؓ کی شہادت کے غم میں تو تم محض حلیم کی دیگیں، حلوہ، زردہ اور ٹھنڈے مشروبات ہی نہیں بناتے بلکہ ڈھول بجاتے، رقص کرتے اور تماشہ کرتے ہوئے تعزیوں کے نام سے بتوں کی پوجا پرستش اور نمائش بھی کرتے ہو۔ بزرگوں کی قبروں اور مزاروں پر سجدہ ریز ہونا، منتیں، منا، چادریں چڑھانا اور عرس کے نام پر میلے اور تماشے کرنا یہ ہے تمہارا مذہب۔ اس کے علاوہ کون کون سی رسوم جاہلانہ اور افعال مشرکانہ ہیں جو تمہارے مذہب میں آج شامل نہیں ہیں۔ جن کاموں کا خدا اور اس کا رسولؐ حکم دیتے ہیں تم انہیں اختیار نہیں کرتے جن کاموں سے رکنے کا حکم دیا گیا تم ان کو ترک نہیں کرتے لیکن ہر وہ کام جس میں تمہارے لیے تفریح، نمائش، لذت اور کھانے پینے کا پہلو نکل آئے اسے تم مذہب بنا لیتے ہو۔ تمہارے جوان تمہارے بچے آج امیتابھ بچن، ریکھا، رینا رائے اور بینجمن سسٹرز کا ذکر بڑی محبت اور عزت کے ساتھ کرتے ہیں اور خدا اور اس کے رسولؐ کا انہیں خیال بھی نہیں آتا۔ ٹیلی ویژن پر کوئی ڈرامہ چل رہا ہو یا کوئی گلوکار یا گلوکارہ گانا گا رہی ہو تو تمہارا ذہن اور تمہاری نظریں سکرین کی طرف مرتکز ہو جاتے ہیں لیکن اگر اسلامی تعلیمات کا کوئی پروگرام آ رہا ہو تو ٹیلی ویژن سے بے خبر ہو جاتے ہو۔ آج تمہیں عشقیہ رسالوں اور فحش لٹریچر سے تو بہت دلچسپی ہے لیکن قرآن اور حدیث کی کتابوں کو دیکھنے پر نہ تمہارا ذہن مائل ہوتا ہے اور نہ ہی تمہارے پاس اس کیلئے وقت ہے۔ تمہیں اپنے بچوں کا مستقبل سنوارنے کی فکر تو ہر وقت لاحق رہتی ہے لیکن ان کی اور اپنی آخرت سنوارنے کا خیال تک کبھی

نہیں آتا اور یہ خیال آئے بھی کیسے جبکہ تم آخرت کو فراموش کر بیٹھے ہو۔
سیاسی لحاظ سے تمہارا حال یہ ہے کہ ذاتی اور گروہی مفادات اور علاقائی و لسانی تعصبات نے تمہیں اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے جو شخص تم سے تمہاری زبان میں اور علاقائی بنیاد پر بات کرے تو اسے اپنا لیڈر بنا لیتے ہو نہ اس کے نظریات کا مطالعہ کرتے ہو اور نہ اس کے کردار کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہو، پُر فریب نعروں کی طرف تم اس طرح دیوانہ وار لپکتے ہو جس طرح مچھلی کانٹے میں لگی ہوئی غذا کی طرف اندھا دھند لپکتی ہے۔
اے میرے وطن کے لوگو! اسلامی نظام کی ابتداء تمہارے جسم سے، تمہارے عمل سے اور تمہارے گھر سے ہوتی ہے۔ اگر تم میں سے ہر کوئی اپنے جسم، اپنے عمل اور اپنے گھر کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لے تو سمجھ لو کہ اسلام نافذ ہو چکا لیکن اگر تم اپنے اندر تبدیلی نہیں لاتے تو سمجھ لو کہ حکومت سے نفاذ اسلام کا مطالبہ کرنا بالکل بے وزن بات ہے اور راہ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے۔

فرخ شہزاد
ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی

(۴)

محترمی و مکرمی مخدومی شیخ جمیل الرحمٰن صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
الحمد للہ خیریت موجود۔ خیریت مطلوب۔ آپ سے ایک عرض کرنی ہے۔ میثاق ستمبر جلد ۲۲ شمارہ ۹ صفحہ ۱۵ سطر ۱۰ کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں "اپنی تمام کتابیں ان کے قدموں میں ڈال دیں"، تذکرہ ان کتب کا ہے جو ڈاکٹر صاحب محترم کی تحریر کردہ ضرور ہیں مگر ان کا مرکزی مضمون قرآن کریم ہے۔ قدموں میں ڈالنے کے الفاظ ان کتب کے لئے میرا خیال ہے کہ توہین کے مترادف ہے۔ مہربانی فرما کر ان الفاظ کی تصحیح فرمالیجئے۔ والسلام!

طالب دعا
السید عبدالغفار آغا'
بی، یو، ایم ایس فاضل الطب والجراحت، کراچی۔

(نوٹ): محترم ڈاکٹر صاحب نے ازراہ انکسار اور ان عالم دین کے احترام کے پیش نظر یہ اسلوب بیان اختیار کیا تھا۔ بہرحال اس فروگذاشت پر متوجہ کرنے پر ادارہ صاحب مکتوب کا ممنون ہے۔

(۔۔۔)

رفتارِ کار!

مرتّب: رحمت اللہ بٹر، نائب امیر برائے دعوت و توسیع

امیرِ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی بیرونِ ملک سے واپسی کے فوراً بعد ہی اندرونِ پاکستان ان کے دروس و خطابات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی ۱۳ اگست کو پاکستان واپسی ہوئی تھی ـــــ چنانچہ ۱۴ اگست کو لاہور کی پانچوں تنظیموں کا مشترک ایک روزہ تربیتی پروگرام ہوا جس میں رفتارِ کار کے جائزے کے بعد انہوں نے درس قرآن دیا اور مختلف امور کے بارے میں رفقاء کو ہدایات دیں ـــــ ۱۵ اور ۱۶ کو مجلسِ مشاورت کا اجلاس ہوا اور ۱۷ اگست کو حسبِ معمول مسجد دارالسلام میں خطاب جمعہ کے علاوہ لاہور ہی میں بعد نماز مغرب مسجد باغ والی بیرون شاہ عالم مارکیٹ میں درس قرآن دیا ـــــ اس سے اگلے روز یعنی ۱۸ اگست کو بروز ہفتہ قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد میں سلسلہ وار درسِ قرآن کا دوبارہ آغاز فرمایا ـــــ یہاں قرآن مجید تسلسل کے ساتھ زیرِ مطالعہ ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ سورۃ الزخرف (۲۵ واں پارہ) کے ابتدائی چار رکوع زیرِ درس رہے۔

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کی جانب سے کافی عرصہ سے امیرِ محترم کے دعوتی و تبلیغی دورے کا تقاضا کیا جا رہا تھا۔ اسی طرح آزاد کشمیر کے لوگوں کی جانب سے مظفر آباد اور راولاکوٹ کے دوروں کی دعوت بھی موجود تھی۔ چنانچہ ۲۶ تا ۲۹ اگست ایک بھرپور دورے کا پروگرام ترتیب دیا گیا جس میں بالترتیب ایبٹ آباد، مانسہرہ، مظفر آباد اور راولاکوٹ کا دورہ طے پایا ـــــ راقم الحروف ۲۵ اگست کو ایبٹ آباد پہنچا۔ جہاں رفقاءِ تنظیم سے مل کر انتظامات کا جائزہ لیا گیا۔ پھر اسی روز مانسہرہ جا کر قاضی رفیق الرحمٰن، قاضی محمد مشتاق اور دیگر حضرات سے ملاقات کی۔ جناب شیراز محمود کے مشورے سے قاضی رفیق الرحمٰن صاحب کی مسجد واقع کنگر محلہ کی مسجد میں بعد نماز عشاء خطاب کا وقت معیّن کیا گیا ـــــ اس دوران مرکز کی جانب سے جناب محمد یونس قریشی صاحب کو مظفر آباد بھیجا گیا تاکہ وہ وہاں امیرِ تنظیم کے پروگرام کے سلسلے میں انتظامات کا جائزہ لے سکیں۔ اسی سلسلے میں جناب شعیب الرحیم انصاری صاحب اور جناب افتخار تاج صاحب کو راولاکوٹ کی طرف روانہ کیا گیا ـــــ

دورۂ ایبٹ آباد کی رپورٹ وہاں کے مقامی امیر جناب خالد وحید صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:-

ایبٹ آباد / مانسہرہ

ڈاکٹر صاحب ۲۶ اگست کی صبح قریباً ½۱۰ بجے لاہور سے ایبٹ آباد پہنچے۔ نائب امیر برائے دعوت و توسیع جناب رحمت اللہ بٹر صاحب پہلے سے ہی ایبٹ آباد میں موجود تھے۔ ایبٹ آباد میں ۲۶ اگست کو امیرِ تنظیم کے متعدد پروگرام رکھے تھے۔ جن میں ۱۱ بجے بار ایسوسی ایشن سے خطاب، شام ۵ بجے نیشنل سنٹر میں خطاب عام اور بعد از نماز عشاء مرکزی مسجد میر پورہ میں خطاب شامل تھا۔ ۴۵ منٹ تک دفتر تنظیم اسلامی میں آرام کے بعد ڈاکٹر صاحب معہ رفقاء بار روم روانہ ہو گئے جو دفتر سے قریباً پیدل ۵ منٹ کے راستہ پر واقع تھا۔ بار روم پہنچنے پر رفیق محترم سید احمد شاہ صاحب ایڈووکیٹ کے علاوہ صدر بار ایسوسی ایشن اور دوسرے سینئر وکلاء نے ڈاکٹر صاحب کا استقبال کیا۔ بار روم میں وکلاء کے

علاوہ اور بہت سے حضرات بھی ڈاکٹر صاحب کا خطاب سننے کے لئے موجود تھے۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہال کے اندر اور باہر کھڑی تھی۔ صدر بار ایسوسی ایشن نے مختصرا تعارف کرایا جس کے بعد امیر محترم نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک ایک جامع خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے واضح کیا کہ کس طرح اس ملک کی اساس اسلام ہے۔ مزید برآں نفاذِ اسلام کے نفاذ کے طریقِ کار پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی۔ خطاب کے بعد وکلاء صاحبان کی طرف سے سوالات کئے گئے جن کے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔

بار روم میں خطاب کے بعد ڈاکٹر صاحب مع رفقاء واپس تشریف لائے۔ دفتر میں کچھ دیر رفقاء کے ساتھ تبادلۂ خیالات کے بعد امیر محترم اور رفقاء راقم کے گھر روانہ ہو گئے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے راقم کو امیر محترم اور دوسرے رفقاء کو سادہ سا کھانا پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اسی اثناء میں جبکہ راقم نیشنل سنٹر والے پروگرام میں جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ جناب نیاز پاشا جدون مدیر ہفت روزہ "جائزہ" کا ٹیلیفون آیا کہ ریذیڈنٹ ڈائریکٹر نیشنل سنٹر نے ڈاکٹر صاحب کا پروگرام کرنے سے معذوری ظاہر کر دی ہے۔ اور یہ اطلاع دو بجے پہنچائی گئی جبکہ شام ۵ بجے پروگرام ہونا تھا۔ اور یہ فیصلہ متعلقہ حکام نے اسی دن ایک میٹنگ میں کیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ متفق تھے۔ ہال میں جگہ کی کمی کو وجہ معذرت بتایا گیا۔ واضح رہے کہ نیشنل سنٹر کا پروگرام ہمارے دوست جناب نیاز پاشا نے ترتیب دیا تھا۔ جس کی منسوخی سے وہ بڑے مایوس ہوئے۔ کچھ رفقاء کو نیشنل سنٹر میں بٹھا دیا گیا تھا تاکہ لوگوں کو پروگرام کی منسوخی کے بارے میں بتایا جا سکے۔ اور امیر محترم سے ملاقات کرنے کے خواہشمند حضرات کو دفتر تنظیم اسلامی میں بھجوایا جا سکے۔ تقریباً پانچ چھ سو آدمی نیشنل سنٹر میں آ کر مایوس ہو کر واپس گئے جن میں اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کی ایک کثیر تعداد تھی۔ جگہ اور وقت کی مناسبت سے بھی نیشنل سنٹر والا پروگرام ان لوگوں کے لئے موزوں تھا۔ اور بہت سے اہل علم ڈاکٹر صاحب سے سوالات کرنے کے بھی متمنی تھے۔ لیکن اللہ کو یہ پروگرام منظور نہ ہوا۔ بعد میں بہت سے حضرات دفتر میں تشریف لائے۔ اور ڈاکٹر صاحب نے تحریک شہیدین کے موضوع پر ایک مختصر سا خطاب بھی کیا جس کے بعد کچھ دوستوں نے سوالات بھی کئے۔

مغرب کی نماز شہزادہ مسجد میں امیر محترم کی اقتداء میں پڑھنے کے بعد ہمارا مختصر سا قافلہ میرپور کے لئے روانہ ہو گیا۔ میرپور ایبٹ آباد شہر سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر مانسہرہ روڈ پر واقع ایک قدیم قصبہ ہے۔ میرپور میں خطاب کا پروگرام دوست عبدالغنی گوہر کی ایک دیرینہ اور پر اصرار دعوت پر رکھا گیا تھا۔ خطاب سے قبل عبدالغنی گوہر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کا مختصر تعارف کرایا۔ ڈاکٹر صاحب کے خطاب سے پہلے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ آئے ہوئے ایک ساتھی جناب برکت اللہ صدیقی صاحب اور جناب رحمت اللہ بٹر صاحب نے بھی مختصر خطاب کئے۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب نے ایک مفصل خطاب کیا۔ "ایمان اور جہاد" کے حوالے سے دو گھنٹے کے خطاب میں امیر محترم نے جہاد کے مختلف مراحل کو وضاحت سے بیان کیا۔

۲۷ تاریخ کو صبح دفتر میں رفقاء تنظیم سے ملاقات طے تھی۔ اس موقع پر چار نئے ساتھیوں نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ ان میں جناب حمید اللہ خان صاحب، جناب عبدالوحید صاحب، جناب عمران ضیاء صاحب اور جناب طارق حمید جدون صاحب شامل ہیں۔ اوّل الذکر دو حضرات اپنا کاروبار کرتے ہیں جبکہ مؤخر الذکر دو حضرات طالب علم ہیں۔ اب ایبٹ آباد میں رفقاء کی تعداد ۱۵ ہو گئی ہے ——— ۲۷ اگست کی صبح ایبٹ آباد میں ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی صاحب سے ملاقات کے بعد امیر تنظیم مانسہرہ تشریف لے گئے۔ جہاں ۱۱ بجے گورنمنٹ کالج مانسہرہ

میں خطاب تھا۔ اس خطاب کا انتظام جناب شیراز محمود صاحب نے کیا تھا۔ مانسہرہ کالج میں ٹھیک گیارہ بجے خطاب شروع ہوا جو ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہا۔ حاضرین جن میں طالب علموں اور اساتذہ کے علاوہ دوسرے حضرات کی بھی خاصی تعداد تھی' نے بڑی توجہ اور انہماک سے ڈاکٹر صاحب کا خطاب سنا۔ یہاں یہ ذکر بھی کر تا چلوں کہ امیر محترم کے خطابات اور کیسٹس تو اکثر ہم سنتے رہتے ہیں اور ہر خطاب جامع' مدلل اور مؤثر ہوتا ہے۔ لیکن گورنمنٹ کالج مانسہرہ والا خطاب اپنی علمیت' اپنی اثر انگیزی اور جامعیت کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل تھا۔ راقم کو اس خطاب کو ریکارڈ نہ کر سکنے کا بڑا دکھ ہوا۔ اس خطاب نے مانسہرہ کے علمی اور دینی حلقوں میں فی الواقع بڑا اثر کیا ہے۔ خطاب کے بعد سوالات و جوابات کی نشست ہوئی

کالج سے قافلہ شیراز محمود قریشی صاحب کے گھر روانہ ہوا جہاں ڈاکٹر صاحب در رفقاء کے طعام و قیام کا بندوبست تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد کنگرہ والی مسجد میں "فرائض دینی کا جامع تصور" کے موضوع پر خطاب تھا۔ مسجد کے خطیب اور مہتمم صاحب نے بھی تنظیم میں شمولیت کی خواہش کا اظہار کیا۔ البتہ باقاعدہ بیعت ابھی نہیں ہوئی

۲۸ اگست کی صبح ڈاکٹر صاحب لاہور سے ساتھ آتے ہوئے ساتھیوں کے ہمراہ مظفر آباد روانہ ہوگئے۔

خالد وحید

مظفر آباد

امیر تنظیم اسلامی کا دورہ سرحد اور آزاد کشمیر جس میں ایبٹ آباد' مانسہرہ' مظفر آباد اور راولاکوٹ شامل تھے ۲۶ اگست سے شروع ہوا۔ راقم ۲۲ اگست کو انتظامات کے سلسلے میں مظفر آباد بھیجا گیا تاکہ وہاں جاکر مناسب انتظامات کر سکے۔ چنانچہ میں ۲۳ اگست کو مظفر آباد پہنچ گیا۔ ۲۴ اگست کو جمعہ تھا۔ لہٰذا میں نے شہر کی مشہور مساجد میں نماز جمعہ کے اجتماعات میں امیر تنظیم اسلامی کی آمد کا اعلان کروایا۔ جن میں خاص طور پر سلطانی مسجد کے خطیب مولانا پروفیسر محبوب الرحمٰن کیانی صاحب' سول سیکرٹریٹ کی مسجد کے خطیب مولانا مظفر حسین ندوی صاحب جو کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی ہیں ان کے علاوہ مولانا محمد یونس اثری صاحب جو کہ جامعہ اہل حدیث کے مہتمم' اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور جمعیت اہلحدیث کے صدر ہیں۔ ان حضرات نے امیر تنظیم اسلامی کے دورہ کے پروگرام کا اعلان فرمایا اور اثری صاحب نے تو اپنے خطبہ جمعہ کی تقریر میں ڈاکٹر صاحب کا تفصیلی تعارف کرایا جس میں ڈاکٹر صاحب کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

میں مرکز سے آتے ہوئے اپنے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے پروگرام کے اشتہارات ساتھ لے آیا تھا۔ ان اشتہارات کو شہر میں لگوانے میں میری مدد اثری صاحب کے مدرسہ کے طلباء نے کی۔ ۲۵ اگست کو میں نے اور مولانا اثری صاحب نے شہر کے معززین کے علاوہ حکومت آزاد کشمیر کے اعلیٰ حکام سے انفرادی ملاقاتیں کر کے ان کو ڈاکٹر صاحب کے پروگرام سے آگاہ کیا۔

اسی دوران پروگرام میں ایک تبدیلی کا فیصلہ کیا گیا۔ وہ یہ کہ ۲۹ اگست کو صبح ساڑھے سات سے نو بجے تک ڈاکٹر صاحب کا ایک خطاب سول سیکرٹریٹ کی مسجد میں ہو۔ اس کے لئے چیف سیکرٹری صاحب سے ایک اجازت نامہ حاصل کیا گیا کہ وہ اس دوران سیکرٹریٹ کے عملے کو ڈیڑھ گھنٹے کی چھٹی دیں کہ وہ اس وقت میں ڈاکٹر صاحب کی تقریر سن سکیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تقریر کا عنوان تھا "استحکام پاکستان" اس اجازت نامہ کے حصول کے لئے ہم نے راجہ محمد مقصود خان صاحب ڈپٹی سیکرٹری اور راجہ عبدالخالق صاحب سیکرٹری

سروسز نے بھرپور تعاون کیا جس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی تقریر میں نہ فرقہ واریت ہوتی ہے نہ تعصب اور نہ ہی کوئی سیاست بلکہ تقریر کا محور صرف قرآنی پیغام ہوتا ہے اس لئے آپ کی تقاریر ہر مکتبہ فکر کے حضرات کے لئے دعوت فکر لئے ہوئے ہوتی ہے۔ چنانچہ جن حضرات نے امیر محترم کی اس کاوش پر تحسین فرمائی۔ ان میں جناب عبداللطیف انصاری صاحب، ناظم زکوٰۃ، جناب چوہدری منیر صاحب پولیٹیکل سیکرٹری برائے صدر آزاد کشمیر، جناب سردار ابراہیم صاحب سیکرٹری اسلامی نظریاتی کونسل، جناب ذکریا بھٹی صاحب سیشن جج، جناب مولانا مظفر حسین ندوی صاحب، جناب قاری حبیب الرحمٰن صاحب امیر تحریک اسلامی مظفر آباد، محمد خان اعوان امیر تحریک اسلامی گڑھی ڈوپٹہ جیسے چیدہ چیدہ حضرات شامل تھے۔ ان حضرات نے اپنے تعاون کا بھی یقین دلایا۔

اسی روز مغرب کی نماز کے بعد مسجد اہل حدیث میں امیر محترم کا درس قرآن تھا۔ مسجد اہل حدیث اپنی وسعت کے باوجود بہت ہی تنگ محسوس ہوئی۔ چونکہ ماشاء اللہ شرکا کی تعداد منتظمین کی توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ تحریک اسلامی کے امیر جناب قاری حبیب الرحمٰن صاحب کے بقول اس شہر میں اس سے بڑا اجتماع اس سے قبل نہیں ہوا تھا۔ لوگ بشکل بھینس کر بیٹھے اور باہر گلیوں اور گھروں کی چھتوں پر بھی لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا مختصر تعارف مولانا یونس اثری صاحب نے کرایا۔ اس کے بعد امیر محترم نے دو گھنٹہ تک عقیدہ توحید کے عملی تقاضے" کے موضوع پر نہایت جامع اور مدلل تقریر فرمائی ـــ تقریر کے دوران پورے مجمع میں بالکل سکوت طاری تھا۔ لوگوں نے دل جمعی کے ساتھ پوری تقریر سنی۔ ایک شخص بھی دوران تقریر اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ خطاب کے فوراً بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔

دوسرے دن صبح ساڑھے سات بجے سول سیکرٹریٹ کی خوبصورت مسجد میں ڈاکٹر صاحب کی تقریر تھی۔ کیونکہ تمام مظفر آباد میں سرکاری طور پر ملازمین کو تقریر سننے کی اجازت تھی اس لئے پوری مسجد اور باہر کی سڑک تک لوگ تھے۔ مظفر آباد کے اعلیٰ حکام، سرکاری افسران اور جملہ ملازمین کے علاوہ کثیر تعداد میں شہریوں نے دو گھنٹہ تک "استحکام پاکستان" کے موضوع پر تقریر سنی۔ اس کے بعد پریس کلب کے ناظم خواجہ عبدالرشید صاحب کی شدید خواہش پر پریس کلب مظفر آباد میں امیر محترم نے "ہماری دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر مختصر خطاب فرمایا۔

اس دورۂ مظفر آباد میں تقریباً بیس افراد بیعت کے لئے تیار ہوئے۔ ان حضرات کو امیر محترم کی کتب کا مطالعہ کرنے کو کہا گیا تاکہ یہ حضرات شعوری طور پر بیعت کے لئے آمادہ ہوں۔ بعدہ امیر محترم رفقاء کے ساتھ راولاکوٹ کے لئے عازم سفر ہوئے۔ اس طرح یہ نہایت کامیاب دورہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

محمد یونس قریشی

راولاکوٹ

پروگرام کے مطابق ۲۶ راگست کو قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی کے درس قرآن میں شرکت کے بعد رات تقریباً گیارہ بجے پانچ رفقاء بشمول راقم لاہور سے دورۂ سرحد و آزاد کشمیر کے لئے روانہ ہوئے۔ نماز فجر سے تھوڑی دیر قبل

راولپنڈی پہنچے۔

ناشتے کے بعد جناب شعیب رحیم صاحب اور راقم، جن کے ذمے راولاکوٹ کے پروگرام کے سلسلہ کی ذمہ داری تھی، بذریعہ بس براستہ کہوٹہ آزاد پتن روانہ ہوئے۔ آٹھ گھنٹے کا تھکا دینے والا سفر کرکے ہم راولاکوٹ پہنچے۔ بغیر وقت ضائع کئے سیدھے جامع مسجد راولاکوٹ پہنچے جہاں کے خطیب محترم قاری عبدالرزاق صاحب سے ملاقات کا پروگرام تھا جو ماہنامہ 'میثاق' کے مستقل خریدار ہیں۔ معلوم ہوا کہ قاری صاحب صبح سات بجے تشریف لاتے ہیں اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ جو راولاکوٹ کے مین بازار سے کافی ہٹ کر نیچے کی جانب واقع ہے۔

نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد ہم دونوں یعنی راقم اور شعیب رحیم قاری صاحب سے ملنے کے لئے ان کے گھر پہنچے۔ شعیب رحیم صاحب تنظیم کے فعال رفقاء میں سے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اندرون ملک متعدد دوروں میں ساتھ جانے کی وجہ سے جو تجربہ انہیں حاصل ہے وہ ہر جگہ میرے کام آیا۔ اور مجھ جیسے سست آدمی کو ، آرام کرتا رہا۔ قاری عبدالرزاق صاحب سے ملنے پر وہ تمام تھکاوٹ ختم ہوگئی جو ان دشوار گزار راستوں میں چلنے کی وجہ سے ہم جیسے میدانی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو ہو جاتی ہے۔ قاری صاحب، صاحب علم لوگوں میں سے ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں۔ وہاں پڑھاتے بھی رہے ہیں۔ اب تمام صلاحیتیں اور اوقات راولاکوٹ ہی میں صرف ہو رہے ہیں۔ صبح سات بجے سے قبل نماز ظہر تک مسجد کے مدرسہ میں طالب علموں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں اور نماز ظہر سے پہلے پندرہ بیس منٹ کا درس حدیث دیتے ہیں۔ جو نہایت ہی پراثر، پر دلائل اور حوالہ جات سے بھرپور ہوتا ہے۔

یہاں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ راولاکوٹ اور ان سے ملحقہ علاقوں میں تمام اجتماعات خواہ دینی ہوں یا سیاسی دوپہر ہی کے وقت ہوتے ہیں۔ کیونکہ ٹھنڈک ہونے اور آبادی کا دور دور تک پھیلے ہونے کی وجہ سے بازار نماز عصر تک بند ہو جاتا ہے۔ اور لوگ گھروں کو روانہ ہو جاتے ہیں۔

اگلے روز یعنی ۷/ اگست کو شعیب رحیم اور راقم گورنمنٹ کالج راولاکوٹ کے پرنسپل محترم جناب صادق صاحب سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ جن کی دعوت پر امیر محترم کالج میں خطاب کے لئے تشریف لانے والے تھے اور یہ دورہ دراصل ان ہی کی دعوت پر ترتیب دیا گیا تھا۔ کالج پہنچنے پر معلوم ہوا کہ پرنسپل صاحب کسی کام کی غرض سے کچہری گئے ہوئے ہیں۔ ہم نے موقع غنیمت جانتے ہوئے کالج اور زرعی یونیورسٹی جو ایک ہی احاطہ میں واقع ہیں گھوم پھر کر دیکھے۔ طالب علموں کے امتحانات ہو رہے تھے۔ گھوم پھر کر ہم سٹاف روم میں آکر بیٹھ گئے۔ اساتذہ صاحبان کمرۂ امتحانات سے فارغ ہوکر تشریف لانے لگے۔ تعارف ہونے پر جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم تنظیم اسلامی کے کارکن ہیں تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ اور ہمیں خوش آمدید کہا۔ خاص طور پر محترم جناب عبدالخالق صاحب (لیکچرار اسلامیات) ہماری آمد سے بہت خوش تھے۔ انہیں ہماری دو دن پہلے آمد سے خاصا اطمینان ہوا کیونکہ ٹیلیفون کال نہ ملنے کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ اور انہیں امیر تنظیم اسلامی کے قیام کے لئے ریسٹ ہاؤس کا انتظام کرنا تھا۔

پرنسپل صاحب سے ملاقات کچہری ہی میں ہوئی۔ انہوں نے وہاں ہمارا تعارف وکلاء صاحبان سے کروا دیا۔ ان لوگوں نے پرنسپل صاحب کو پبلک جلسہ کے لئے کہا لیکن جب ہم نے بتایا کہ امیر محترم کے پاس وقت نہیں تو وہ لوگ کافی مایوس ہوئے اور آئندہ پروگرام رکھنے پر اصرار کرنے لگے۔ پرنسپل صاحب اور عبدالخالق صاحب حیران تھے اس

لئے کہ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ لوگ ڈاکٹر صاحب کے متعلق اتنا اشتیاق رکھتے ہیں ۔

نماز ظہر پرنسپل صاحب کے ساتھ جامع مسجد ہی میں ادا کی ۔ جامع مسجد کی انتظامیہ کے ارکان بضد تھے کہ ڈاکٹر صاحب کا جمعہ کا خطاب جامع مسجد میں ہو تاکہ گرد و نواح کے لوگ بھی مستفید ہو سکیں ۔ لیکن انہیں بتایا گیا کہ جمعہ کے روز لاہور میں ڈاکٹر صاحب کے دو اجتماعات ہوتے ہیں ۔ یعنی مسجد دارالسلام میں خطاب جمعہ اور مسجد باغ والی بیرون شاہ عالم گیٹ درسِ قرآن ۔ جس وجہ سے جمعہ کے روز ان کا ٹھہرنا ممکن نہیں ہے ۔ بالآخر طے یہ پایا کہ اگست ۲۹ تاریخ کو ڈاکٹر صاحب مظفر آباد سے سیدھے مسجد تشریف لائیں گے اور وہیں نماز ظہر کے بعد خطاب فرمائیں ۔ تمام ضلع کے اساتذہ حضرات نے بھی اپنا ایک پروگرام ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مورخہ ۲۹ اگست کو رکھا تھا ۔ جسے وقت کی کمی کی وجہ سے طلباء ہی کے پروگرام کے ساتھ شامل کر لیا گیا ۔

۲۸ اگست : پروگرام کے مطابق ہم دونوں (یعنی راقم اور شعیب رحیم) امیر تنظیم کو راولاکوٹ کے طے شدہ پروگرام کی اطلاع دینے کے لئے مظفر آباد روانہ ہوئے ۔ نماز ظہر مسجد اہلحدیث میں جہاں بعد نماز مغرب ڈاکٹر صاحب کا خطاب ہونا تھا ادا کی ۔ مظفر آباد کے اجتماعات کی روداد آپ نے ہمارے رفیق جناب یونس قریشی صاحب کی مرتب کردہ رپورٹ میں پڑھ لی ہو گی ۔

۲۹ اگست : مظفر آباد سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً پونے بارہ بجے ہمارا مختصر سا قافلہ راولاکوٹ کے لئے روانہ ہوا ۔ وہاں پرنسپل صاحب اور اساتذہ کرام ڈاکٹر صاحب کو خوش آمدید کہنے کے لئے کالج میں جمع تھے ۔ صدر آزاد کشمیر و جموں کی راولاکوٹ آمد کی وجہ سے مسجد میں خطاب کا پروگرام بعد نماز عصر تک ملتوی کر دیا گیا تھا ۔ تھوڑی دیر کالج ہی میں باہمی بات چیت ہوتی رہی اور نماز عصر کے وقت امیر محترم کالج کے اساتذہ کرام کے ہمراہ مسجد پہنچے ۔ بعد نماز عصر خطاب شروع ہوا ۔ حاضری انتظامیہ کی توقعات سے بڑھ کر تھی ۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ راولاکوٹ میں ہر اجتماع خواہ دینی ہو یا سیاسی وہاں کے مخصوص موسمی حالات کے باعث دوپہر ہی کے وقت ہوتا ہے ——— پاکستان کس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا ؟ اس مقصد کے حصول میں کامیابی یا ناکامی کا استحکام پاکستان سے تعلق اور اس مقصد کے حصول کے لوازم کیا ہیں ؟ ان موضوعات پر امیر تنظیم نے تقریباً سوا گھنٹے تک خطاب کیا ۔ تقریر کے خاتمے پر امیر محترم اور تمام رفقاء ریسٹ ہاؤس چلے گئے ۔ جہاں قیام کا بندوبست تھا ۔

اگلی صبح ½۹ بجے امیر محترم کا خطاب گورنمنٹ ڈگری کالج میں تھا ۔ کالج کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ۔ جس میں طلباء کے علاوہ وکلاء صاحبان ، ضلع کے اساتذہ کرام کی ایک بڑی تعداد اور معززین شہر موجود تھے " ہماری دینی ذمہ داریاں اور ان کی ادائیگی کے لوازم " کے موضوع پر ڈاکٹر صاحب نے تقریباً دو گھنٹے خطاب کیا ۔ اور قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا کہ دین کی جانب سے ہم پر پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم خود دین پر عمل کریں ۔ اپنی زندگیوں کو اللہ اور رسول ؐ کے احکامات کے سانچے میں ڈھالیں ۔ دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ دین کو پھیلائیں ۔ اس کے مبلغ بن جائیں اور تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ دین کو غالب و نافذ کرنے کی جدوجہد کریں ۔ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے ایک اجتماعی جدوجہد ناگزیر ہے ۔ دین کے غلبے کا طریق بھی یہی ہے اور دینی ذمہ داریوں کو ادا کر کے ہی آخرت میں ہم فوز و فلاح کی امید رکھ سکتے ہیں ۔ حاضرین نے نہایت توجہ سے ڈاکٹر صاحب کی مفصل تقریر کو سنا ۔ خطاب کے بعد پرنسپل صاحب کے کمرے میں معززین

شہر اور اساتذہ کرام سے باہمی گفت و شنید ہوتی رہی ۔ دوپہر کے کھانے کا اہتمام بھی وہیں تھا۔
کھانے سے فارغ ہونے کے بعد فوراً ہم نے سفرِ واپسی کی غرض سے راولپنڈی کا رُخ کیا ۔ رات کو امیرِ محترم کی سیٹ راولپنڈی سے جہاز میں بک تھی ۔

محمد افتخار تاج

بقیہ : امیرِ تنظیمِ اسلامی کا حالیہ دورہ شمالی امریکہ

ہیں) نے ایک چار روزہ انٹرنیشنل سیمینار ایران کے اسلامی انقلاب کے بارے میں منعقد کیا تھا ۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کو مسلم انسٹی ٹیوٹ کے زعماء کے ایرانی انقلاب کے ضمن میں موقف سے خاصا اختلاف ہے ۔ اس لئے مناسب خیال کیا گیا کہ اس پس منظر میں ایک مکمل اور صحیح اسلامی انقلاب کے خدوخال کو واضح کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسا اسوۂ رسول صلعم کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں ۔ اس تقریر کا اشتہار لندن کے جنگ اخبار میں بھی دیا گیا ۔ چنانچہ سامعین کی ایک بڑی تعداد نے اس پروگرام میں ہمہ تن گوش ہو کر ڈاکٹر صاحب کے خیالات کو سنا ۔

۱۲ اگست کی شام کو ہم لندن کے ہیتھرو ائرپورٹ سے پی آئی اے کی پرواز سے روانہ ہو کر اگلے دن دوپہر کے وقت کراچی اور وہاں چند گھنٹے قیام کر کے رات ساڑھے آٹھ بجے واپس بخیریت لاہور پہنچ گئے ۔

الہدیٰ
کیسٹ سیریز
ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی)
کے مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مشتمل
تنظیم اسلامی
نشر القرآن کیسٹ سیریز
۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
فون: ۸۵۲۶۱۱

نشر القرآن
کی نئی کیسٹ سیریز
قرآن حکیم کے منتخب نصاب
پر مشتمل درس قرآن کے
۳۰ کیسٹ (سی-۶۰ K-5-T)
کی قیمت ۹۰۰/ روپے ہے،
خواہش مند حضرات ۹۱۰/ روپے
بذریعہ بنک ڈرافٹ / منی آرڈر
نشر القرآن کے نام بھیجوا کر
یہ کیسٹس حاصل کر سکتے ہیں۔

امپورٹ۔ ایکسپورٹ کا قابلِ فخر ادارہ

رینبو انٹرنیشنل

فون: ۳۰۳۳۵۵ / ۳۰۳۳۷۷

برآمدی اشیاء

آرٹ سلک فیبرکس گارمنٹس ٭ بیڈ شیٹس
کاٹن کلاتھ ٭ کاٹن گارمنٹس ٭ احرام تولیہ ٭ تولیہ
ہینڈی کرافٹس ٭ لکڑی کا فرنیچر۔

درآمدی اشیاء

لاکھ دانہ ٭ سٹکر فلم ٭ سوچ سٹارٹر
ربڑ بیسٹکس ٭ پولیسٹر ریان۔

مرکزی دفاتر

I فلور غلام رسول بلڈنگ ۶ شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور

ذیلی دفاتر:۔ کراچی ۔ فیصل آباد

Siddiq Sons Industries Ltd.

Largest Manufacturers & Exporters of :

WATERPROOF COTTON CANVAS, TARPAULINS, TENTS, WEBBING AND OTHER CANVAS PRODUCTS,

HEAD OFFICE :

709, 7TH FLOOR, QAMAR HOUSE,
M.A. JINNAH ROAD, KARACHI (PAKISTAN)

2 - K GULBERG II, SHAHRAH-E-IQBAL, LAHORE.
TELEFHONE : 870512 880731

بسم الله الرحمن الرحيم

سانیو

SANYO

AIRCONDITIONERS REFRIGERATORS & FREEZERS

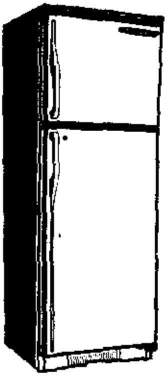

NO-FROST REFRIGERATORS

with exclusive features

- Two door with built-in lock.
- Spacious freezer compartment with drainage system, a new feature.
- Indicator pilot light on front door.
- In 4 pleasing colours (Green, Gold, Almond and White).
- One Year free service and 5 Years Guarantee on Compressor.

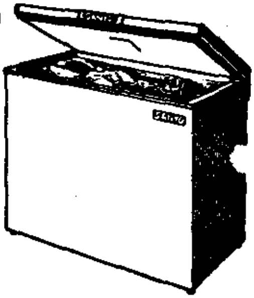

CHEST/UPRIGHT FREEZERS

AIR-CONDITIONERS

new in utility with higher efficiency

Capacity: 1½ Ton, 18000 BTU/h
Noiseless Operation.
Trouble Free Service. Auto Deflector (Swing System).
Brown Teak Wood finish Grill.

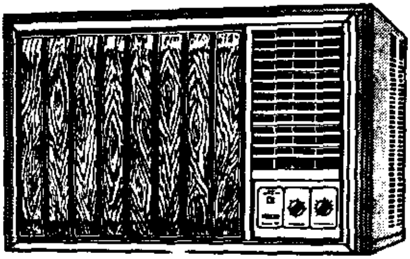

Available at all SANYO Authorised Dealers

MANUFACTURED/ASSEMBLED IN PAKISTAN

SPECIAL ATTENTION: Please ensure that you get your Worldwide Trading Company's 5 year Guarantee Certificate in order to avail free after Sales Service.

SOLE AGENTS IN PAKISTAN FOR ALL SANYO PRODUCTS

WORLDWIDE TRADING CO.

(SANYO CENTRE)
GARDEN ROAD, SADDAR, KARACHI. PHONES: (PABX) 525151-55 (5 Lines)
CABLE: "WORLDBEST" TELEX: 25109 WWTCO PK

786/WW-109/83

ٹینٹ اور ترپال

بنانے کا ممتاز ادارہ

ایچ نظام دین اینڈ سنز

مرکزی دفتر

محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی

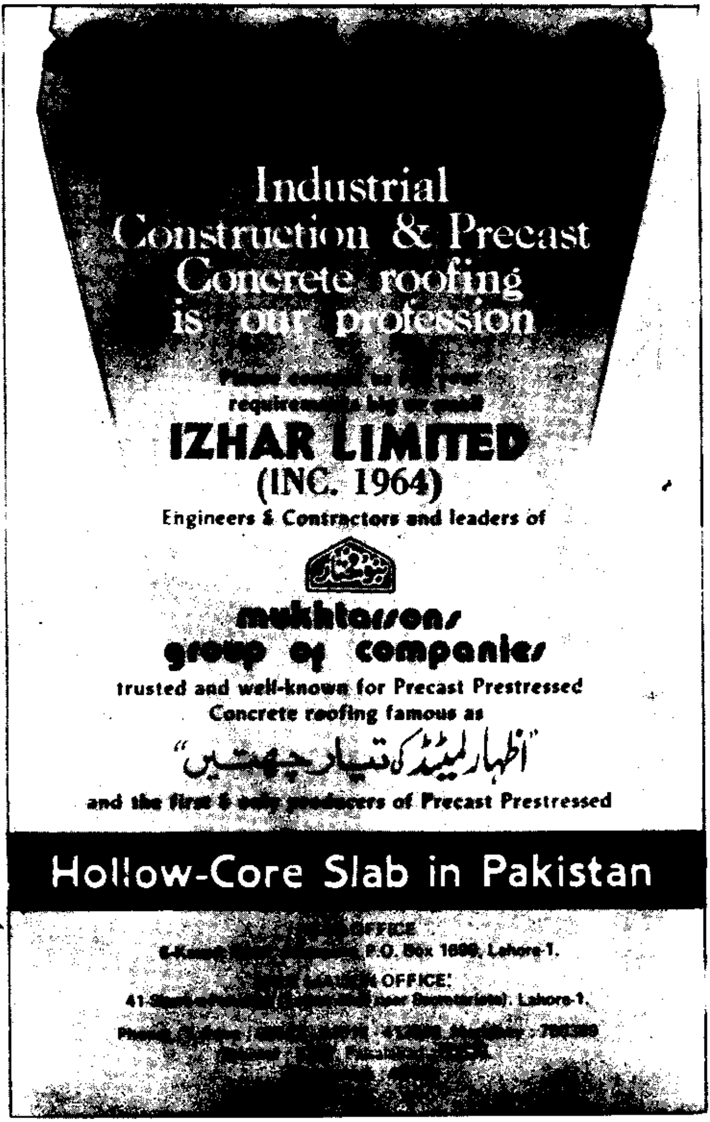
Industrial
Construction & Precast
Concrete roofing
is our profession
IZHAR LIMITED
(INC. 1964)
Engineers & Contractors and leaders of
mukhtarsons
group of companies
trusted and well-known for Precast Prestressed
Concrete roofing famous as
"اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں"
Hollow-Core Slab in Pakistan
OFFICE
P.O. Box 1899, Lahore-1.
OFFICE:
Lahore-1.

paragon

پاکستان کی کھلی فضاؤں میں
پاکستان کی
کھلی فضاؤں میں
اذانوں کی گونج
ہماری ثقافتی میراث
کی آئینہ دار ہے
اور
مشینوں کے چلتے ہوئے پہیوں کا شور
ہماری صنعتی ترقی کا مظہر ہے
ملکی صنعت قوم کی خدمت ہے اور قومی خدمت ایک عبادت ہے
سروس اپنے شوز کی ایکسپورٹ سے زرمبادلہ کما کر دن رات
وطنِ عزیز
کی خدمت میں سرگرم عمل ہے
سروس شوز۔ دنیا کے گوشے گوشے میں مقبول
Service

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ

ایک اور اعزاز

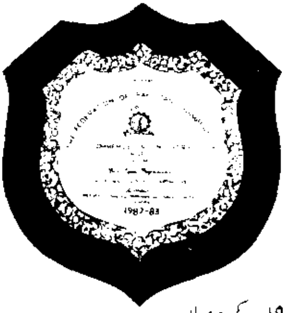

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گزشتہ سالوں کی طرح ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران
بھی ہماری بہترین برآمدی کارکردگی اور وطن عزیز کے لیے کثیر زرمبادلہ کمانے پر فیڈریشن آف
پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی جانب سے ہم ایک بار پھر

بہترین برآمدی کارکردگی کی ٹرافی

کے مستحق قرار پائے

یہ ٹرافی جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان نے ایک پُروقار تقریب میں اپنے ہاتھوں سے ہمیں عطا فرمائی۔

ہمیں خیمے۔ ترپالیں اور کینوس کی دیگر مصنوعات کے سب
سے بڑے برآمدکنندگان ہونے کا بجا طور پر شرف حاصل ہے۔

SNDS

حاجی شیخ نورالدین اینڈ سنز لمیٹڈ

پاکستان میں کینوس مصنوعات کے سب سے بڑے برآمدکنندگان

ہیڈ آفس: حفیظ چیمبرز، ۸۵۔ شاہراہ قائداعظم، لاہور ۱ پاکستان)

فون: ۳۰۶۴۶۸ - ۳۰۵۴۶۹، تار: شاہی خیمہ ٹیلکس: 44543 NOOR PK

ایکسپورٹ آفس: ۶۱۶-۶۱۴ کامرس سینٹر، چھٹی منزل، حسرت موہانی روڈ۔ کراچی ۱ پاکستان)

فون: ۲۱۳۵۴۰ - ۲۱۴۳۸۷، تار: 'TARPAULIN' ٹیلکس: 25480 NOOR PK

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 33 | OCTOBER 1984 | No. 10

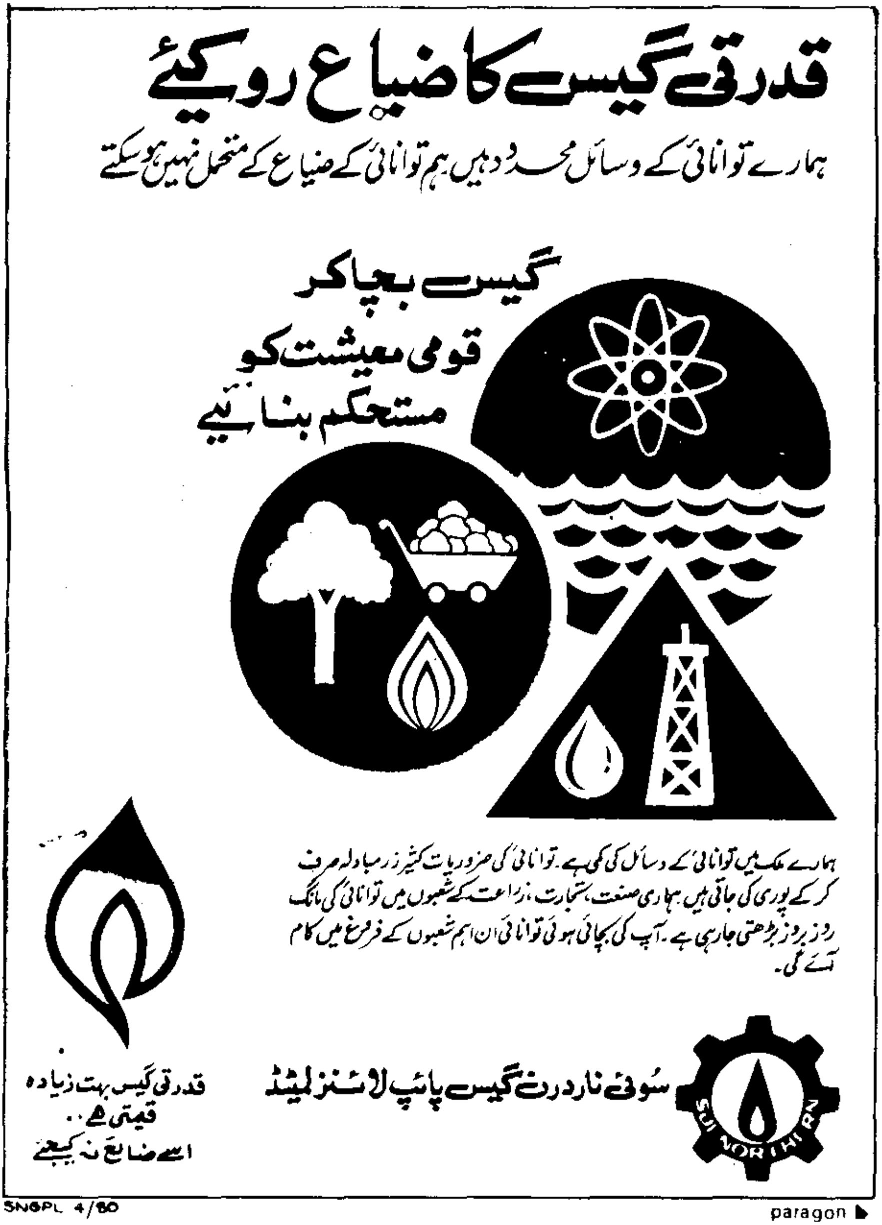

SNGPL 4/80

paragon